أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(یہ درست ہے کہ اللہ کے تذکروں سے دلوں کو سکون ملتا ہے)

ترجمہ

مُونسُ المریدین

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ

مترجم

جناب سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسی

ناشر

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

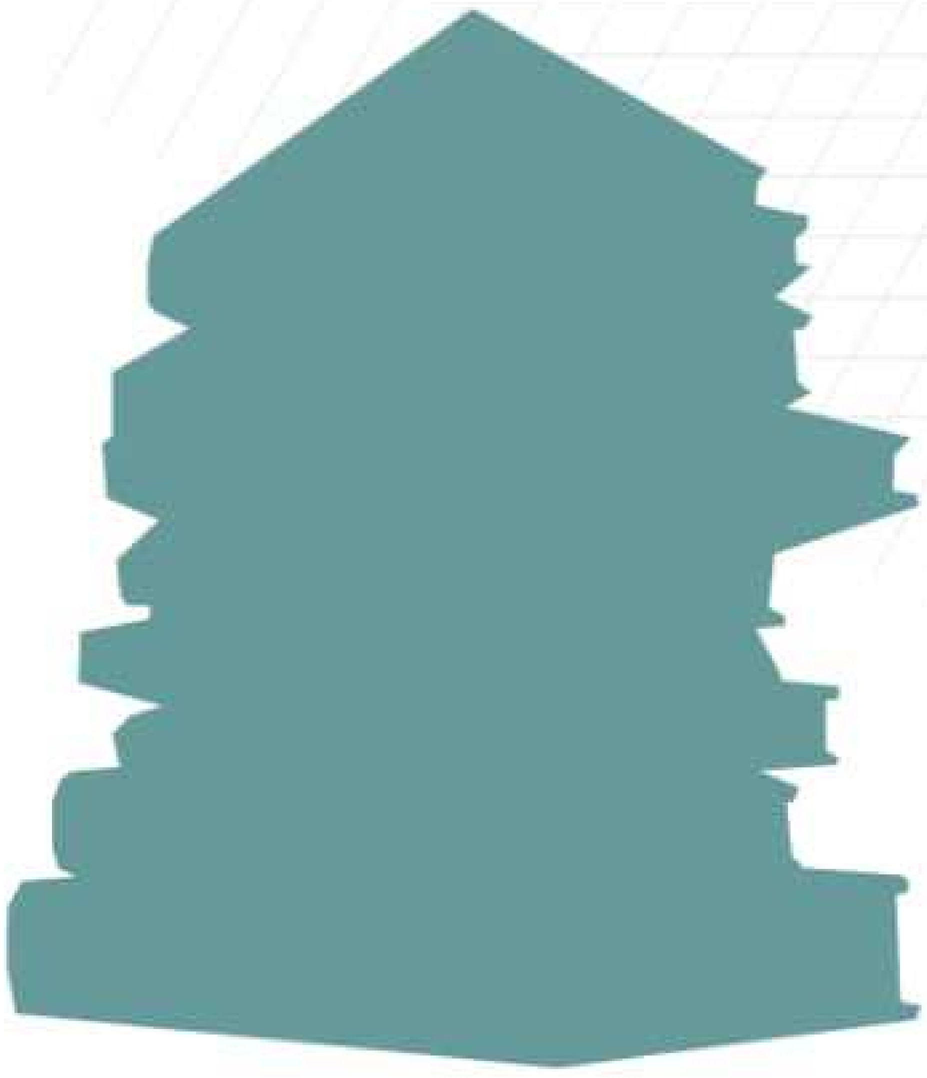

ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال مجددی

جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو

ہدیہ کیا گیا۔

CALL NO.
PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE

368

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(یہ درست ہے کہ اللہ کے تذکرہ ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے)

ذخیرہ محمد باقر مجددی

ترجمہ

مونس المریدین

از ملفوظات

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

مترجم

جناب سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ

ناشر

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ

جملہ حقوق محفوظ

128536

نام کتاب : ـــــ ترجمہ مونس المریدین

ملفوظ : ـــــ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

مترجم : ـــــ سیّد شاہ قسیم الدین احمد شرفی البلخی الفردوسی مدظلہ

ناشر و طابع : ـــــ مکتبۂ شرف خانقاہ معظم ۔ بہار شریف (نالندہ)

مطبع : ـــــ

اشاعتِ اوّل : ـــــ ۲؍شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۔ بارِ دوم ۲؍شوال المکرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء ۱۴-۵

بارسوم نومبر ۲۰۰۳ء

قیمت : ۶۰؍روپے

تعداد : ۵۰۰

ملنے کے پتے

۱۔مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

۲۔طارق بن زیاد کالج، شاہ فیصل کالونی نمبر۳۔ کراچی ۲۵۔فون نمبر 4573807

۳۔عزیز الدین پیپر مارٹ، شاپ نمبر۹، بازارگان، شاہراہِ لیاقت، کراچی۔فون:2621540

۴۔سُپریم شاپنگ سینٹر، دکان نمبر ۵۵، جوہر چورنگی، گلستان جوہر کراچی۔فون (گھر):8110286

A-523

بلاک 'L' نارتھ ناظم آباد، کراچی ۔ پاکستان ۔فون:6640269 (گھر کا)

الحاج
محمد وباقر مجددی
ذخیرہ

فہرست مضامین

مجلس	مضمون	صفحہ
	انتساب	
	پیش لفظ مترجم	۱
	ترجمہ دیباچہ کتاب ہٰذا	۹
۱	خوشی وغم کا بیان واقعہ انگشتری	۱۱
״	معنی النوم باللہ، النوم للہ و النوم عن اللہ	۱۳
״	مومن کے لئے رنج و تکلیف میں بھلائی ہے	۱۴
״	حضورؐ کا ایک عورت سے ترک عزم نکاح بہ سبب عدم زحمت	۱۵
״	واقعہ فرعون بہ سبب عدم زحمت	״
۲	عدم جواز محبت از غیر حق	۱۶
״	مشائخ وعلمائے حق سے محبت کرنے کا جواز	״
۳	مخدوم جہاں کے دربار میں دن کو کھانا پیش کیا گیا	۱۸
״	بہشت کا بہترین کھانا گوشت ہے	״

مجلس	مضمون	صفحہ
۳	نعمت بہشت جس قدر کھائی جائے کم نہ ہوگی	18
"	قصۂ شیخ جنید بغدادیؒ اور یہودی پیشوا کا معہ پوری قوم کے مسلمان ہونا	19
"	بہشت میں نامشروع کی خواہش کا نہ ہونا	۲۲
"	بہشت میں غم کا نہ ہونا	۲۳
"	رفتار و گفتار میں صدق کی تلقین	۲۴
۴	سجادہ اور صاحبِ سجادہ کی تعریف	۲۵
"	زُہد اور زاہد کی تعریف	۲۷
"	اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَان	۲۹
۵	قاضٍ فی الجنۃ وقاضیان فی النار کی توضیح	۳۰
"	قاضی کی چکی کا آٹا	۳۱
"	امام اعظم کا قضاء قبول کرنا اور قید خانہ میں وفات	۳۳
۶	ذکر مقطعات قرآن و فضیلت تلاوتِ قرآن	۳۴
"	مقطعات کے حروف نہ گننے پر قول فیصل اور حدیث نبوی صلعم	۳۵
"	سوائے امت محمدیہ کے اور کسی امت میں حق اجتہاد کا نہ ہونا	۳۶
"	توریت کی ضخامت اور اسکا تلف حضرت عزیرؑ کو توریت کا یاد ہونا	"

مجلس	مضمون	صفحہ
۶	تمام اگلے صحیفوں کے معنی کا قرآن میں ہونا	۳۸
"	الم تر الی الذین ظلموا کی تفسیر	"
"	ظالم کے چہرہ کا دیکھنا حرام ہے اور ایک بزرگ کی نقل	۳۹
"	الملک یبقیٰ مع الکفر ولا یبقیٰ مع الظلم کے معنی	"
"	مذمت ظلم	۴۰
۷	حدیث شریف خلق اللہ الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیہ من نورہ کی تفہیم	۴۲
"	حدیث شریف حسنات الابرار سیئات المقربین کی تشریح	۴۴
۷/۱۴	ولا تقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین وعصیٰ آدم ربہ کی تفسیر	۴۵ و ۴۶
"	اور آدم علیہ السلام کی اجتہادی چوک	"
"	سراندیپ اور جدہ کی مسافت	۴۷
۸	علم وعمل کے باب میں سوال کرنے اور اس کے جواب دینے کا ذکر	۴۸
"	جواب سائل کی حیثیت اور اس کے استفادہ کے مطابق دینا چاہیے	۴۹
"	اگر خرچ مطلق موجود نہیں اور ماں باپ کی اجازت نہیں تو سفر ممنوع ہے	۵۰ و ۵۱
"	سفر کی چار قسمیں	۵۱
"	بعض بزرگوں کا جمعہ کی نماز میں حاضر نہ ہونا اور اسکے اسباب کا ذکر	۵۱ و ۵۲
"	ڈولہ پر ادائے نفل نماز کا جواز وعدم جواز	۵۳

مجلس	مضمون	صفحہ
۸	اختلافی مسئلہ میں جس قول پر مشقت زیادہ ہو اس کو اختیار کرنا	۵۴
"	صاحب القمیصین لا حلاوہ لایمانہ	۵۵
"	کثرت العیال قلت المال فضیحۃ الرجال	۵۵
۹	حضرت مخدوم کا جامع مسجد سے جمع کثیر کے ساتھ خانقاہ معظم	۵۶
"	میں آنا اور ایک شخص کی بیعت اور طاقیہ چہار ترکی	"
"	سعادت وشقاوت کا ذکر	۵۷
"	مکّہ میں رہنے کے باوجود حج وطواف سے محرومی	۵۸
"	عہدِ رسالت میں چار سو منافق تھے	۵۹
"	صحابہ کو جہاد اور کاروبار میں اُن کے سبب دشواری	۵۹
"	اور صحابہ کی ایک جنگی چال	۶۰
"	زمین کی سعادت وشقاوت کا ذکر	۶۱
"	ابو طالب کے ایمان کے لئے سرکارؐ کی دعا اور جواب باریتعالیٰ	۶۲
۱۰	ذکر سنا ز لیلۃ الرغایب	۶۳
"	تمام دن اور مہینوں میں ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر	۶۳
"	پیغمبروں کو ایک دوسرے پر فضیلت	۶۴
"	زمین کو ایک دوسرے پر فضیلت	۶۴

مجلس	مضمون	صفحہ
۱۰	بادشاہوں کے لئے بخل واحسان دونوں ضروری ہیں حکایت	۶۶
"	شمس الدین بادشاہ سنارگاؤں	"
"	کسی مخلوق کا عالم میں سے معدوم ہونا خدائی میں نقص نہیں	۶۸
"	محدث کو قدیم کا وصول مخلوق کو خالق کا وصول گدا کو غنی کا حصول کیونکر	۶۹
"	ذکر رُوح	۶۹
"	نیند میں رُوح کے خروج کلی وجزی کی بحث	۶۹
"	ماہیت رُوح کا کلی طور پر حضورؐ پر منکشف ہونا	۷۰
"	خوبرویاں ہرزماں اسلام غارت میکنند کافرم گر ہیچ خوبی رامسلماں دیدہ ام	۷۱
"	کے مطلب کو سمجھنے پر گفتگو	"
"	دیوانوں کی باتیں خدا کے نزدیک مقبول ہیں	۷۲
"	خشک سالی ودعاء	۷۲
"	قصہ برخ دیوانہ وقصہ حضرت ابواسحٰق نہاوندیؒ	۷۳
۱۱	حدیث شریف نصیب امتی من نار جہنم کنصیب خلیل من نار نمرود	۷۵
"	عذاب فضلی اور عذاب قہری کا ذکر	۷۶
"	یہ امت امت فضلی ہے	۷۶

مجلس	مضمون	صفحہ
۱۱	أُمَّةٌ مذنبةٌ وربٌّ غفورٌ	۷۸
〃	حق العباد کی بخشایش کی بشارت	۷۹
〃	وعدہ کا مطلق ہونا اور وعید کا مقید بمشیت ہونا	۸۱
〃	حضورؐ کی شفقت اور حساب امت کی خواہش	۸۱
〃	اللہ خلیفتی علیکم امت کو اللہ کے حوالہ فرمایا	۸۳
〃	خروج دجال اور ظہور عیسیٰ علیہ السلام	۸۳
〃	نفخ صور، حشر اور قیامت کی تعریف	۸۴
〃	فرشتوں کی موت مثل خواب کے	۸۵
〃	تا قیامت دیو اور شیاطین کی موت نہیں اور جزیروں میں قید	۸۵
〃	جنوں کو موت ہے	〃
〃	عاقبت بخیر ہونے کی تمیز	۸۶
۱۲	عورتوں کا سر میں سیندور لگانا کفر نہیں	۸۷
〃	من تشبہ بقوم کی وضاحت	۸۸
〃	ابیر بازی کفر ہے	۸۹
〃	الراضی بالکفر یکون کافرا	۹۰
〃	شب برات کو شبِ برات کس سبب سے کہا جاتا ہے	۹۰

مجلس	مضمون	صفحہ
۱۲	فضیلت شب برات	۹۱
"	شب برات میں حضور کا جنت البقیع گورستان تشریف لیجانا	۹۱
"	شب برات میں مخدوم کی خانقاہ میں تذکیر مولینا موید مذکر	۹۲
"	کا بیان	"
"	شب برات میں سَو رکعت نماز باجماعت کی ادائیگی	۹۲
"	مخدوم کا شب برات میں مجمع کے ساتھ گورستان جانا	۹۲
"	والدۂ مخدوم کے مزار پر گنبد اور چبوترہ کی تعمیر	۹۲
"	حضرت والدہ اور دیگر عزیزوں کے مزار پر فاتحہ خوانی	۹۳
"	صلاح مخلص داؤد خاں پر مخدوم کی نوازش	۹۳
۱۳	شریعت و حقیقت کی تعریف	۹۴
"	اصطلاح وقت و حال کی تعریف	۹۴
"	اصطلاح تمکیں و مقام کی تعریف	۹۵
"	صوفیوں کی تجویز اصطلاح	۹۷
"	بلا کے برداشت و مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو اجتناب پیغمبرؐ	۹۹
"	کی سنت	"
"	حضورؐ کی ہجرت، غار پر مکڑے کا جالا	۹۹

مجلس	مضمون	صفحہ
۱۳	بلا سے بھاگنا پیغمبروں کی سنت	۱۰۰
۱۴	من بشرنی بخروج الصفر بشرتہ بدخول الجنۃ کی تاویل	۱۰۳
〃	الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب	۱۰۴
〃	خواجہ حسن بصری تابعی تھے	۱۰۵
〃	حکایت تبع تابعین	۱۰۵
〃	صبر ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے	۱۰۶
۱۵	تبدیل اخلاق کا بیان یعنی مذمومہ کو محمودہ سے بدلنا	۱۰۸
〃	ایک بزرگ کا نفس کی مخالفت میں انڈا نہ کھانا	۱۱۲
۱۶	حدیث شریف الشریعۃ اقوالی والطریقۃ افعالی والحقیقۃ	۱۱۳
〃	احوالی کی توضیح	〃
〃	مکتوبات صدی کی عبارت ایمان مقلد اور ایمان عارف	۱۱۵
〃	کے معنًا برابر ہونے کی توضیح	〃
〃	بلاؤں میں صبر مثال انبیا علیہم السلام	۱۱۷
〃	تبلیغ نوح علیہ السلام اور قوم کی ایذا رسانی کی برداشت	۱۱۸
〃	قصہ ہمراہی موسیٰ وخضر علیہ السلام وعلمنٰہ من لدنا علما کی توضیح	۱۲۱
〃	ذکر تکبر و خود بینی	۱۲۶

صفحہ	مضمون	مجلس
۱۲۷	ذکر فضیلت خانۂ کعبہ	۱۷
۱۲۸	بنائے کعبہ ابراہیم علیہ السلام کی پکار، مخلوق کی لبیک	؍؍
۱۲۸	بوڑھی لنگڑی عورت	؍؍
۱۲۹	عربوں کی خاصیت ایفائے عہد، مہمان نوازی	؍؍
۱۳۰	مذمت اس قبیلہ کی جس نے موسیٰ و خضر علیہم السلام کو بھوکا رکھا	؍؍
۱۳۲	ہجرت میں مومنین کو دشواریاں مکہ کے چار طرف سولی	؍؍
۱۳۳	مہاجرین کی تباہ حالی اور انصار کا ایثار انصار کی مدح	؍؍
۱۳۵	عاقبت و خاتمت کا علم کسی کو نہیں بجز عشرہ مبشرہ	۱۸
۱۳۶	ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خوف ورجا، اُمید و بیم	؍؍
۱۳۸	تذکرہ موت، کچھ نہیں معلوم خاتمہ سعادت یا شقاوت پر ہوگا	؍؍
۱۳۹	ایک بزرگ کی طلب موت اور سختی موت کا حال	؍؍
۱۴۰	حضرت عزرائیل ملک الموت کی جانکنی کا حال	؍؍
۱۴۱	احوال وداع و سکرات سرکار دو عالم صلعم	؍؍
۱۴۲	بچوں کو سکرات موجب درجات	؍؍
۱۴۳	مسلمانوں کے بچے ماں باپ کے ایمان کے حکم کے تحت	؍؍
۱۴۳	کافروں کے بچوں کے آخرت کے حکم میں اختلاف	؍؍

مجلس	مضمون	صفحہ
۱۸	دنیا کی تمام اندوہ و بلا و مصیبت و ندامت آخرت کی سختی کے نزدیک	۱۴۳
″	ایک رائی برابر ہے	″
۱۹	مذمت نفس کا بیان	۱۴۴
″	نفس کو بھوک کی سزا	۱۴۴
″	نفس کو مغلوب کرنے کی تلقین	۱۴۷
″	حضرت سلیمان علیہ السلام کا نفس کی آزمائش کے لئے یہ دعا	۱۴۸
″	رب ھبلی ملکاً لاینبغی لاحدمن بعدی انک انت الوہاب	۱۴۸
″	قصہ سلیمان علیہ السلام	۱۴۹
۲۰	مومن جو رمضان میں مرتاہے اس پر عذاب نہیں ہوتا	۱۵۹
″	آج حضرت ادریس اور حبیب نجار اور حضرت آسیہ و مریم کا بہشت	۱۵۹
″	میں ہونا	″
″	قصہ حضرت آسیہ اہلیہ فرعون	۱۶۰
″	یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال	۱۶۳
۲۱	دوزخ کا بیان اور گرم ہوا کا ذکر	۱۶۵
″	موسم گرما و سرما کی سختی دوزخ کی دو سانس ہے	۱۶۵
″	سوائے شرک کے تمام گناہوں کی معافی مشیت سے متعلق ہے	۱۷۱

انتساب

کتاب انتہائی عقیدت وخلوص سے مشائخین
خانقاہ معظم مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ
منیری قدس سرہٗ کے نام معنون کرتا ہوں جن کے
انوارِ قلوب سے عالمِ انسانیت کے ذرّے منوّر و
تابناک ہیں، اور مجھ گنہگار کو اُمید نجات ہے۔

قسیم الدین احمد فردوسی

باب ۱۳

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	۱۶۳
[illegible]	[illegible]	۱۶۵
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

ضروری التماس

الحمد للہ کہ آپ کا ادارہ مکتبۂ شرف گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی اہم تالیف فوایدالمریدین ملفوظات مونس المریدین اور مکتوبات بست وہشت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ کتاب فوایدالمریدین حضرت مخدوم الملک کی وہ نادر کتاب ہے جس میں ہر خاص وعام کے لیے وہ سب کچھ ہے جس کی روشنی میں وہ اپنی کشتیٔ حیات کاروانِ زندگی کو ضلالت وگمراہی کے سیلاب سے بچا کر صحت وسلامتی کے ساتھ پہونچا سکتا ہے۔ چونکہ حضرت مخدوم جہاںؒ کے تمام مکتوبات بلند ترین علمی تحقیقی وسیع وعمیق دینی معلومات شریعت وطریقت کے مخفی اسرار ورموز کا بیش بہا خزانہ ہیں اور یہ خطوط زیادہ تر انہی لوگوں کے نام لکھے گئے تھے جو دینی علوم ومعارف سے واقفیت رکھتے تھے سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ ان سے بھرپور فائدہ تو انھیں لوگوں نے حاصل کیا ہوگا اور انہی لوگوں کو ہو بھی سکتا ہے۔ ان لوگوں کے بعد ہزاروں لاکھوں اشخاص نے اپنی ذکاوت وذہانت اور حال ومقام کے اعتبار سے فائدہ اٹھایا لیکن بتدریج

ومتوسط مریدین جو حضرت کی بلند پایہ تصانیف کے افہام کی صلاحیت نہیں رکھتے اور ضروری دینی علوم سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں ان لوگوں کے لیے حضرت نے اپنے بلند ترین مقام سے نزول فرما کر ان کے ذہن و دماغ اور سمجھ کے مطابق ضروری دینی علوم قرآن و سنّت کی روشنی میں بڑے سہل و آسان انداز میں جمع کر دیا جو آج ہم لوگوں کے لیے فلاح و کامرانی کا بیش بہا ذریعہ ہے۔ آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل حلقہ تصنیف خانقاہ مخدوم جہاںؒ بیت الشرف کی طرف سے اس وقت کے صاحب سجادہ حضرت جناب حضور سید شاہ محمد سجاد فردوسیؒ کی زیر عیادت و سرپرستی میں حضرت مخدوم الملکؒ کی کتابوں کے اردو ترجمہ کا جو کامیاب و عظیم الشان سلسلہ شروع ہوا تھا فوائد المریدین اور مونس المریدین اسکی ابتدائی کڑیاں ہیں۔ ان دونوں کتابوں کے چھپے ایک عرصہ ہو گیا اور طویل وقفہ میں کیسے کیسے انقلاب آئے زمانہ نے کتنی کروٹیں بدلیں لیکن اس کے ترجمہ کی جاذبیت و سحر انگیزی میں اصل متن کیطرح کسی طرح کی کوئی تبدیلی و تغیر نہیں ہوا اسلیے بعینہ وہی ترجمہ قارئین مریدین ومتوسلین کے پیہم اصرار پر دوبارہ شایع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس دینی خدمت کو شرف قبولیت بخشے۔ (آمین) جن حضرات نے جس طرح بھی اس عظیم الشان کام میں حصہ لیا اور اپنی بے لوث خدمت پیش کیا اور کر رہے ہیں وہ انشاء اللہ ضرور اجر کے مستحق ہونگے۔

سیف الدین فردوسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ ھُوَ الحَامِدُ وَ المَحمُودُ۔ وَالصَّلوٰۃُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ ھُوَ المَقصُودُ وَالمَودُودُ ؕ

ایک مکمل زندگی سے متعلق سمجھنے اور سمجھانے کے دو طریقے مروج ہیں' تحریر و تقریر۔ اللہ کا شکر ہے کہ مشائخین طریقت سے دونوں طرح کا سرمایہ کچھ نہ کچھ باقیات صالحات کے طور پر موجود ہے جسے اکابرین ملت کے غلام نسلاً بعد نسلٍ جان سے زیادہ عزیز رکھ کر محفوظ رکھتے آئے ہیں۔

بسلسلۂ تحریر بزرگوں کے کچھ خطوط کے مجموعے ہیں' کچھ مختلف مضامین پر مستقل تصنیفات متن اور شرح کی شکلوں میں ہیں' کچھ مثنویات و نظم کے مجموعے ہیں۔

اقوال جو در اصل احوال و افعال بیان و ارشاد اور روزمرہ کے تربیتی نظام کے آئینہ دار ہوتے ہیں' اُن کا محفوظ کرنا اور ثقہ شخصیتوں کے واسطہ سے محفوظ رہنا یہ بڑا ہی مشکل امر ہے اِلّا یہ کہ اللہ کو خود باقی رکھنا ہو

تو وہ ایسا انتظام بھی کردیتا ہے۔

ہم غلامانِ مخدومِ جہاں پر اللہ رب العزت کی بڑی عنایت ہے کہ اس دورِ فتن کی بے انتہا فتنہ سامانیوں کے باوجود اس نے اپنے محبوب و مقبول ولی حضرت مخدوم جہاں سلطان المحققین شرف الملت والدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ العزیز کے مکتوبات، تصنیفات اور ملفوظات کا ایک بہت عظیم الشان ذخیرہ اِس وقت تک باقی رکھا ہے۔

اور نہ صرف یہ کہ 'مسلمانی در کتاب' کے اصول پر وہ صرف کتابوں میں محفوظ ہے، بلکہ آج بھی خانقاہ معظم سے قربت رکھنے والے پورے شرح صدر سے محسوس کرتے ہیں کہ خانقاہ معظم کے موجودہ صاحب سجادہ مرشدی و مولائی سیدنا جناب حضور سید شاہ محمد سجاد صاحب مدظلہ العالی و متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ مکمل طریقہ پر حضرت مخدوم جہاں کی حیات طیبہ کے آئینہ دار ہیں، اور بحمد اللہ مخدوم کا فیضان آج بھی اسی طرح علیٰ وجہ الکمال ان کے ذریعہ جاری ہے۔ مشرب کی خصوصیات اللہ اور اس کے محبوب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت، اپنے احوال و کیفیات میں ستر و اخفا، باطن میں سوز مسلسل ظاہر میں برودت تامہ، تعلیم و تربیت تزکیہ نفوس میں مشغول و منہمک، ایک نگاہ پڑتا کر

برسوں کے تقریر و بیان کا فائدہ کس طرح پہونچاتی ہے ؟ یہ تو خود اِس کاتبِ تحریر کی آپ بیتی ہے جو اِس خانقاہ معظم کی جاروب کشی سے میسّر آئی۔

خلاصہ یہ کہ مکمل انسانیت سیکھنے کا مستحسن طریقہ تو یہی ہے کہ ان عظیم شخصیتوں کی غلامی میں رہ کر ہی سیکھا جائے جو بنا بتا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اِس اعلیٰ منصب پر متعین کی جاتی رہی ہیں لیکن اس کا موقع اگر میسّر نہیں ہے تو پھر بھی اوقات رائیگاں جانے دینا قرینِ مصلحت نہیں مشائخین طریقت اور خصوصاً مخدوم جہاں قدس سرہٗ کے ملفوظات و مکتوبات علی حسب مراتب ضرور مطالعہ میں رکھنا چاہیئے۔ اور بحمد اللہ وہ مطبوع اور غیر مطبوع اِس وقت بھی موجود ہے۔

اِس زمانہ میں اہل ذوق حضرات کو عام دشواری یہ ضرور ہے کہ بزرگوں کے تمام خزانے زبان فارسی میں ہیں کیونکہ اُس وقت فارسی زبان عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ اِس کے برعکس اِس وقت اُردو بھی اپنی پرانی چادر کے گل و بوٹے میں تبدیلی پیدا کر رہی ہے۔ ایرانی نفاست و رنگینی کا ذوق بدل کر ہندی بیراگ کی سادگی اپنائی جا رہی ہے، اور شاید یہ بھی زمانہ کی مجبوری ہے، اور وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

کا کرشمۂ الٰہی ہے۔

ایسے میں کچھ اہلِ ذوق اور اہلِ درد طبیعتیں ہیں جو بڑی بےچینی سے یہ ضرورت محسوس کر رہی ہیں کہ جس طرح بھی ہو جس معیار کی زبان بھی ہو، بہرحال بزرگوں کے اس قیمتی خزانہ کو زبان فارسی سے عام فہم اُردو میں جلد سے جلد منتقل کر دینا چاہیے، اور یہ انہیں بزرگوں کی تعمیل حکم کا نتیجہ ہے کہ اِس خاکپائے مخدوم جہاں کے ملفوظات کا ترجمہ پیش کرنے کی ہمت کی ہے۔ بحمداللہ مجھے اِحساس ہے کہ ترجمہ کرنا بڑا اہم کام ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ ایک عبارت کا ترجمہ کن خصوصیات کے بعد ترجمہ کہے جانے کے لائق ہوتا ہے؟ پھر بھی اسے ترجمہ ہی کہنا ہے، کیونکہ اِس کے علاوہ کوئی اور عنوان نہیں۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ اصل عبارت سامنے رکھ کر اپنی سمجھ سے اسے روزمرّہ کی اُردو میں ہم نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ترجمہ جو بھی کرے فہم و فکر کی کمی بیشی اور شئے ہے، لیکن ترجمہ پھر بھی مترجم کے فکری پیمانہ ہی میں ہوگا۔ جو حضرات کتاب اصل زبان میں دیکھنے کے اہل ہیں اُنہیں تو اصل ہی کا مطالعہ حظِ کامل بخشے گا۔

یہ تو محض فرزندیت کی نسبت ہے جو مجھ بے مایہ سے خود جدا نا

حضرت مخدوم جہاں نے ترجمہ کی خدمت لے لی ورنہ کہاں میں اور کہاں مخدوم کی کتابوں کا ترجمہ!

لہٰذا دھڑکتے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ملفوظات کا ترجمہ میں اپنے محترم ناظرین کی خدمت میں اس استدعا کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ مطالعہ سے اگر وقت خوش ہو تو اس خاکپا کے لئے دعاؤں کی نوازش فرمائیں اور اگر خدا نخواستہ کوئی غلطی ہو گئی ہو تو میری نادانستگی پر محمول کر کے نادانستہ تصور کی معافی فرمائیں۔

پیش نظر ترجمہ

مخدوم جہاں کا کتابی سرمایہ اِس وقت تین شکلوں میں ہے۔ مکتوبات یعنی وہ خطوط جو خدمتِ عالی سے کسی مرید، مسترشد، ہم عصر مشایخ، خلفا، وغیرہ کو لکھے گئے جن میں مشہور کتابیں مکتوبات صدی، مکتوبات دو صدی، مکتوبات بست وہشت ہیں، اور یہ کسی وقت طبع ہوئے تھے لیکن اب کمیاب ہیں۔ مستقل تصانیف میں شرح آداب المریدین، فوایدرکنی، مراۃ المحققین وغیرہ بڑی معرکۃ الآرا کتابیں ہیں اور اس کے علاوہ دوسری تصانیف بھی ہیں۔

ملفوظات میں معدن المعانی، خوانِ پُر نعمت، ملفوظ الصفر، تحفۂ غیبیہ گنج لایفنی، مونس المریدین وغیرہ مشہور کتابیں ہیں، اور بھی اس کے علاوہ بہت ہیں۔ یہ تمام کتابیں حضرت مخدوم جہاں سے اپنی جس نوعیت میں منسوب ہیں، وہ بالکل درست اور صحیح ہیں۔ اس وقت سات سو سال سے یہ تسلیم کی جاتی رہی ہیں اور اب کوئی نئی بات پیدا کرنا نئی بات ہی سمجھی جائے گی قابلِ اعتنا نہ ہوگی۔

مخدوم جہاں کی تصنیفات میں ملفوظات کے حصّہ کو خصوصیت کے ساتھ ترجمہ کے لئے میں نے منتخب کیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ میرے نزدیک عامۃ المسلمین کے لئے ملفوظات زیادہ نفع بخش ہیں۔ مکتوبات اور دیگر تصانیف مضامین عالیہ کے لحاظ سے بہت اہم اور بلند و بالا ہیں، پھر بھی وہ مخصوص حضرات کے لئے ہیں، جو ایک خاص معیار کے ذوق و فکر کے طالب ہیں، بخلاف اس کے ملفوظات کا حصّہ بہت ہی عام ہے اور اسی لئے اِس سے عام فائدہ رسانی کی اُمید بھی ہے۔ یہ دراصل مخدوم جہاں کی روزمرہ زندگی کا آئینہ دار ہے۔ اِس میں مختلف صحبتوں میں مختلف طبیعت اور مختلف معیارِ فکر کے اصحاب نے جو سوالات کئے ہیں اور مخدوم جہاں کی جانب سے

جو جوابات ملے ہیں وہ سب ہیں۔ اِس طرح مخدوم جہاں کی صُحبت و خدمت میں حضوری کا مزہ آجاتا ہے۔ مثلاً پیش نظر کتاب مونس المُریدین جو ترجمہ کی شکل میں ہے، اِس کو یکجا کر کے پیش کرنے والے صلاح مخلص داؤد خانی ہیں وہ خود کتاب کی ابتدا میں تالیف کتاب کی نوعیت کو بتاتے ہیں، وہیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قربت مخدوم میں ان کا مقام کیا ہے، اور یہ بھی کہ کتاب کی نوعیت کیا ہے۔ یہ کتاب دراصل روزمرّہ کی ڈائری ہے جو خدمت میں رہ کر اُنہوں نے لکھی ہے۔ ملفوظات کے اِس مخصوص مجموعہ کی ایک صفت یہ ہے کہ ہر روز کی تاریخ مندرج ہے، اور مخدوم جہاں کی عمر شریف کے اخیر حِصّہ کے اقوال ہیں ترجمہ میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کس قدر اہم اور روزمرّہ آنے والے سوالات ہیں اور کتنے محققانہ اور شافی جوابات عنایت ہو رہے ہیں، پھر سوالات بھی مختلف معیار کے ہیں اور جوابات سب کے محققانہ، عارفانہ اور عالمانہ ہیں۔ ایک جانب اگر عورتوں کے سینڈل کے متعلق سوال ہے تو کہیں حرف مقطعات کے حرف کہنے اور نہ کہنے پر قول فیصل کی طلب ہے اور جوابات میں علم و عرفان کا ایک سمندر ہے جو اُمنڈتا آرہا ہے اور تمام تشنہ کاموں کی سیرابی کی جارہی ہے۔

وَفَّقَنَا اللّٰہُ لِمَطَالِبِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَصْدِقَائِہٖ وَاَحِبَّائِہٖ وَسَلَّمْ۔

جاروب کشِ آستانہ

مخدوم حسین نوشہ توحید قدس سرہٗ

قسیم الدین احمد عفی عنہ

۲؍شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ہجری

بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (پٹنہ)

ترجمہ دیباچہ کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ المَلِکِ العَلّامِ وَالشُّکرُ عَلَی النِّعَمِ العِظَامِ وَالثَّنَاءُ عَلَی الآئِہٖ نَبِیلِ الدَّوَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الاَنَامِ وَعَلٰی اٰلِہِ الکِرَامِ وَاَصحَابِہٖ مَصَابِیحِ الظَّلَامِ وَاَتبَاعِہٖ وَخُلَفَائِہِ العِظَامِ صلوٰۃ دائمۃ اِلٰی یَومِ القِیَامَۃِ ط ملاحظہ ہو اللہ آپ کو دارین کی سعادت سے نوازے یہ سید السالکین شمس العارفین اکرم اہل ایمان بیحد نیکیوں اور احسان والے حضرت شیخی شرف الملت والدین احمد یحیی منیری متع اللہ المسلمین کے ارشادات عالیہ کا ایک مجموعہ ہے اس کی خوبی کا کیا کہنا یہ رموزِ الٰہی اور بے انتہا انوار کا خزانہ ہے اللہ مخدوم جہاں کی بقا کو طویل کرے اور آپ کی زیارت کی نعمتوں کو مخلوق پر ہمیشہ قایم رکھے"۔ اے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب و محبوب

محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی نظر توجہ سے اِس ناچیز کے ذریعہ جمع کرایا ہے، مشائخین طریقت کا کمترین غلام ضعیف و ناتواں صلاح مخلص داؤد خاں "اللہ اسکے اور اس کے والدین کے گناہوں کو معاف کرے" اس کی گذارش ہے کہ اِس ناچیز کا وجود تو گناہوں سے ازل ہی سے ممزج ہے اس امید پر کہ مشائخ اور علمائے حق کی جانب ایک نظر اور کچھ دیر اُن کی مجلس میں رہنا گناہوں کے دُھلنے کا سبب ہوتا ہے اکثر ثواب اور آخرت کی نجات کی اُمید سے حضرت شیخی مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور اپنا معمول تھا کہ جو کچھ زبانِ مبارک سے مخدومِ جہاں کی سنتا ایک مجموعہ میں جو آپ ہی کے کلام کا تھا لکھتا جاتا مونس المریدین یہ جو آپ کے پیش نظر ہے میں نے اِسی کا نام رکھا ہے یہ کام اللہ کی توفیق سے میں نے اکیس مجلس تک پہلی ماہ محرم سات سو چھتر ہجری کو تمام کیا۔

مجھے اُمید ہے کہ میرے جیسے مبتدیوں کو اللہ توفیق دے گا کہ اسے اپنے عمل میں شامل کریں اور شاید یہی اس فقیر کے ثواب آخرت کا سبب بنے اور گناہوں سے چھٹکارے کی صورت حاصل ہو انشاء اللہ تعالیٰ و بہ نستعین۔

(حضرت صلاح مخلص داؤد خاں جامع ملفوظ)[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی مجلس (۱)

اکیسویں ماہ شعبان المعظم روز یکشنبہ، آستانۂ عالیہ کی خاک بوسی کا شرف حاصل ہوا، بندگی شیخ جہاں عظمۃ اللہ بعد نماز ظہر تشریف فرما تھے، یہ بندہ اور سب لوگ حضور میں حاضر تھے، خوشی و غم پر گفتگو ہو رہی تھی، اِس مجلس شریف و محفل لطیف میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حاضر تھے، حضرت مخدوم جہاں اُن کی طرف مخاطب ہوئے اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شہر میں ایک بادشاہ تھا، اُس نے اپنے وزیر سے کہا، مجکو ایک ایسی انگوٹھی چاہیئے کہ میں اس انگوٹھی سے خوش رہوں یعنی جب میں غمگین ہوں تو اس انگوٹھی کو دیکھ لوں جسے دیکھتے ہی میری ناخوشی دُور ہو جائے اور میں بشاش ہو جاؤں۔ بادشاہ کے اِس حکم سے وزیر پریشان ہوا کہ وہ کرے تو کیا کرے۔ اِسی پریشانی کے عالم میں

اُس نے تمام شہر کے عقلا اور حکما کو طلب کیا ؎

جمع کرد آں مردمانِ کارداں　　　چارہ جستند در تدبیر آں

(تجربہ کار اور ہشیار لوگوں کو اُس نے جمع کیا اور اُن سے اس معاملہ کا حل دریافت کیا)

اُن سے کہا کہ میرے بادشاہ نے ایک ایسے کام کا حکم دیا ہے میں حیران ہوں کہ کیا کروں، آپ لوگ بتلائیں کہ اس کا حل کیا ہے اور کیا کرنا چاہیئے۔ اس جماعت میں ایک نہایت عقلمند اور تجربہ کار بزرگ تھے۔ اُنہوں نے کہا اے وزیر اِس نازک امر کا ایک حل میری سمجھ میں آتا ہے کہ ایک انگوٹھی بنائی جائے اور اُس انگوٹھی میں یہ جملہ لکھ دیا جائے کہ "ایں نیز بگذرد" (یہ وقت بھی گذر جائے گا۔) وزیر اور وہاں کے تمام عقلا و حکما کو اِس بزرگ کی یہ بات بہت پسند آئی۔ فوراً انگوٹھی بنوائی گئی اور یہ کلمہ اُس پر لکھوا کر بادشا کے حضور میں پیش کی گئی، بادشاہ کو نہایت پسند ہوئی، اس نقش سے اُس کے دل کو سکون ہو گیا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر یہی نقش لکھا ہوا تھا، جیسا کہ یہ شعر ہے ؎

دانی کہ بر نگین سلیماںؑ چہ نقش بود　　　خطے بزر نبشتہ کہ ایں نیز بگذرد

(تمہیں خبر ہے کہ سلیمان علیہ السّلام کی انگشتری پر کیا نقش تھا؟ سنہرے حروف میں

یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ بھی گذر جائے گا)۔ اِس کے بعد گفتگو خواب یعنی نیند کے متعلق ہونے لگی، بندگی مخدوم عظمۃ اللہ نے فرمایا کہ خواب تین قسم کے ہیں، اَلنَّوْمُ لِلّٰہِ وَالنَّوْمُ بِاللّٰہِ وَالنَّوْمُ عَنِ اللّٰہِ معنی اَلنَّوْمُ لِلّٰہِ کے یہ ہیں اگر کوئی شخص ذِکر و فِکر میں اِس درجہ مشغول ہو کہ اُس کا نفس تھک جائے نفس کی تھکاوٹ کی وجہ سے عبادت میں مدد نہ ملے اور یہ خیال کرے کہ ایک ذرا غنودگی آجائے تاکہ نفس کی تھکاوٹ کی دُوری کے سبب عبادت میں مدد ملے، بہتر ہے، پھر اگر اسی نیّت سے سو جائے تو یہ بھی عبادت ہوگی۔ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (نیند کو ہم نے تم لوگوں کے لئے ذریعۂ سکون بنایا) ایسے ہی شخص کے حق میں آیا ہے، اور اسی سبب سے اِس نیند کو اَلنَّوْمُ لِلّٰہِ کہتے ہیں۔ اور معنی اَلنَّوْمُ بِاللّٰہِ کے یہ ہیں کہ اگر کسی شخص نے نیند کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہو اور ذکر و فکر میں مستغرق ہے اور اِس کثرتِ مشغولی میں اُس کو نیند آجائے اور وہ گر کر سو رہے تو یہ نیند اُس کی اختیاری نیند نہ ہوگی بلکہ یہ منجانب اللہ ہے اِسی سبب سے اِس کو اَلنَّوْمُ بِاللّٰہِ کہتے ہیں، اور معنی اَلنَّوْمُ عَنِ اللّٰہِ کے یہ ہیں کہ عبادت سے کنارہ کش ہو کر سو رہے جیسا کہ ہم لوگوں کا سونا ہے اور جو عین معصیت ہے،

کیونکہ نفس کی پرورش اور شیطان کی فرمانبرداری کے لئے سوتے ہیں، خداوند عزّ وجلّ سے غافل ہو جاتے ہیں، وہ جو سنا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ (نیند موت کا بھائی ہے) ایسی ہی نیند کو کہتے ہیں ؎

بغفلت میگذاری روزگارے — مگر در گور خواہی کرد کارے
وِد چہ خواہم گفت فردا من جواب — روز در بازی گذشت و شب بخواب
بیدار گرد اے دلِ غافل کہ در جہاں — ہمچو خراں نیامدہ بہر خواب و خور

(غفلت میں قیمتی وقت کو گذار رہا ہے تو کیا قبر میں کام کو انجام دے گا۔ کل قیامت کے دن کیا جواب دیا جائے گا۔ دن لہو لعب اور رات خوابِ غفلت میں گذر گئی۔ اے غافل دلِ بیدار رہ، دنیا میں گدھوں کی طرح تو کھانے اور سونے کے لئے نہیں آیا) اس کے بعد مومن کی خیریت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی بندگی مخدوم عظمنا اللہ نے فرمایا بندہ مومن کو چالیس دن کے اندر اگر تکلیف و نقصان پہونچے تو بہتر ہے، اِس لئے کہ اس کی بھلائی اِسی میں ہے اگر بندۂ مومن پر چالیس روز گذرے کہ اس کو کوئی رنج و تکلیف نہ ہو تو استدراج ضلالت کا ڈر ہے اللہ پناہ میں رکھے، اس کے مطابق ایک حکایت بیان فرمائی گئی کہ ایک روز

حضور رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مدینۂ طیبہ میں ایک عورت پر پڑی، حضور نے نکاح کی خواہش ظاہر فرمائی، ایک صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس عورت جس سے حضور نکاح کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق ہم یہ جانتے ہیں کہ اس عورت کو اس کی پوری عمر میں کوئی بیماری نہیں ہوئی ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی تکلیف اس کو پہونچی ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَاخَیْرَ فِیْھَا (اس میں کوئی بھلائی نہیں) حضورؐ نے ارادہ ترک فرما دیا۔ اور فرمایا کہ فرعون لعین نے چار سو سال کی عمر پائی اس کو کبھی زکام تک نہ ہوا، آخر اس کا نتیجہ کیا ہوا، کس آفت اور کس بلا میں گرفتار کیا کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (ہم تمہارے بڑے رب ہیں) کا دعویٰ شروع کر دیا، دنیا میں اس کی سزا یہ ملی کہ دریائے نیل میں معہ آل و اولاد کے غرق کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (اور ہم نے غرق کر دیا فرعون کے ساتھیوں کو اور اس حال کو تم دیکھ رہے تھے) اور آخرت میں دوزخ میں جھونک دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی (تو پکڑا اللہ نے اس کو اس کے اول و آخر کی کارستانیوں کے بدلے میں) تو بندۂ مومن کے جان و مال میں چالیس دن کے اندر

تکلیف و مصیبت ہونی چاہیے، کیونکہ مومن کی تکلیف میں بہت فائدے ہیں، یہ فائدہ محض عافیت کی حالت میں نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ زحمت یہ تکلیف عوام الناس کو ہوتی ہے تو اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اگر سالک کو پہونچتی ہے تو اس کے درجات اور مقامات کی ترقی ہوتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

دوسری مجلس (۲)

بائیسویں ماہ شعبان۔ وزدوشنبہ، آستانہ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس غریب نے عرض کی کہ ایسی محبت جو دو مخلوق کے درمیان ہو قیامت میں نفع بخش ہوگی یا نہیں اور ایسی محبت جائز ہے یا نہیں؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ مخلوق کی محبت مخلوق کے ساتھ قیامت کے دن کچھ نفع نہ دے گی، مگر ایسی محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے کی جائے جیسا کہ علما اور مشایخ سے محبت کرتے ہیں، اس کے علاوہ وہ ساری محبت جو خواہشات نفس کے لئے ہو مذموم (بری) ہے، بلکہ ایسی محبت سے انسان حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے جس طرح اگر کسی غیر محرم عورت پر نظر پڑ جائے، لیکن دوسری بار پھر اگر محبت کی نظر سے دیکھے تو یہ دیکھنا اس حدیث کے مطابق حرام ہے اَلْاَوَّلُ لَکَ وَالثَّانِیُ عَلَیْکَ (تیری پہلی نظر کی پکڑ نہیں لیکن دوسری نظریں تو محسوب ہوگا) یہ محبت باقی اور ابدی نہیں اس لئے

کہ محبت اس شخص سے ہوئی ہے جو مخلوق اور فانی ہے، مخلوق کی محبت باقی اور ابدی نہیں بلکہ فانی ہے اس کو بقا نہیں۔ اور خالق کی محبت باقی و ابدی ہے، اس لئے کہ وہ قدیم ہے حادث نہیں اس کی محبت باقی ہمیشہ رہنے والی ہوگی کیونکہ اس محبوب کے وجود میں بقا ہے اس لئے اس کی محبت بھی باقی و ابدی ہوگی۔ یہ محبت البتہ قیامت کے دن نفع بخش ہوگی ؎

عشق مارا کے بود غایت پدید — حسن جاناں چوں ندارد غایتے

(میرے عشق کی انتہا کیسے ظاہر ہوسکتی ہے جبکہ جانِ آرزو کے حسن کی انتہا نہیں)

پھر بندہ نے عرض کی آج دنیا میں ہر شخص ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے اور اُس کے قرابت دالے ہیں کیا آخرت میں بھی اسی طرح ہوگا؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ جس طرح دُنیا میں دوست اقربا ہیں بہشت میں بھی ایسا ہی ہوگا، بلکہ اگر وہاں کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہو کہ میں فلاں دوست یا فلاں قرابت دار سے ملنے اس کے پاس جاؤں ابھی یہ خیال پورے طور سے گذرا بھی نہ ہوگا کہ وہ تخت جس پر وہ بیٹھا ہے رواں ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (دوست آج کے دن بعض بعض کے دشمن ہوں گے

سوائے انتظار کرنے والوں کے) بہشت میں کوئی تکلیف و رنج نہیں ہے اہل بہشت کی صفت اگر جاننا چاہتے ہو تو قرآن میں دیکھو وَلَهُمْ فِيهَا مَا يَشْتَهُونَ (اور جنت والوں کے لئے جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جو چاہیں گے) اسی طرح دوسری آیتیں بہشت کی صفتوں میں تمہیں ملیں گی اور وہاں کی تمام نعمتوں کا حال تمہیں معلوم ہو جائے گا ۔

ہر سخن کز لطافتش گوئی ہیچ کس را در آں سخن نبود

(اُس کی لطافت کے سلسلہ میں جو کچھ بھی تو کہے وہ ایسی ہے کہ اس میں کسی کو گفتگو کی گنجائش نہیں)۔

تیسری مجلس (۳) پچیسویں ماہ مذکور روز پنجشنبہ، آستانہ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا، کھانا لایا گیا، ایک شخص نے عرض کی کہ بہشت میں بہترین کھانا کیا ہوگا؟ فرمایا کہ بہشت میں بہترین کھانا گوشت ہے جس کے ہر لقمہ میں ستر مزہ ہے اور ہر مزہ ایک دوسرے سے جدا گانہ ہے، لیکن بہشت کا گوشت دنیا کے گوشت کی طرح نہیں اس لئے کہ یہ فانی ہے اور وہ باقی ہے اور فانی اور باقی میں بہت بڑا فرق ہے بہشت کی نعمت جتنی کھائی جائے کم نہ ہوگی، جس طرح دنیا میں قرآن نعمت ہے

جتنا بھی اِس کو پڑھیں، بیان کریں، سُنیں، ذرا کمی اِس میں نہیں ہوتی، اِسی مفہوم کی ایک حکایت بیان کی گئی کہ ایک یہودی کو شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت تھی، ایک دن وہ یہودی حضرت کے پاس آیا بعد تھوڑی دیر کے جانے لگا، شیخ نے پوچھا کہاں چلے؟ یہودی نے کہا آج ہم لوگوں کے یہاں ایک رسم ہوتی ہے، تمام لوگ شہر سے باہر جاتے ہیں، اور ہم بھی جاتے ہیں، شیخ نے فرمایا ہم کو بھی ساتھ لیتے چلو، یہودی نے کہا اے شیخ آپ وہاں نہیں جا سکتے، کیونکہ یہ لوگ اگر مسلمان کو وہاں دیکھ لیں تو فوراً مار ڈالیں، شیخ نے کہا ہم تمہارے بھیس میں چلیں گے۔ الغرض شیخ اُس یہودی کے ساتھ گئے۔ وہاں ایک منبر اُن لوگوں نے بنایا تھا۔ اس منبر پر ایک نہایت ضعیف شخص کو لاکر بٹھائے۔ وہ ضعیف ہر سال ایک بات کہتا تھا۔ اسی ایک بات یا نصیحت پر تمام لوگ عمل کرتے تھے۔ اِس بار اس مجمع میں جس میں شیخ بھی تھے ایک لفظ بھی اُس نے نہیں کہا بلکہ خاموش رہا۔ جب بہت دیر ہوگئی تو لوگ اُس کے قریب گئے اور کہا کہ اے بزرگ آج آپ نے کچھ ارشاد کیوں نہ فرمایا؟ اس ضعیف نے جواب دیا کہ اس مجمع میں ایک مسلمان ہے اِسی سبب سے میں نے کلام نہیں کیا۔ یہودیوں نے کہا بتلایئے

کر دہ کون ہے تاکہ ہم اس کو قتل کر دیں۔ اُس نے کہا کہ اگر تم لوگ وعدہ کرو کہ قتل نہ کرو گے تو ہم بتلا دیں۔ پورے مجمع نے عہد کیا کہ آپ جیسا کہتے ہیں ہم ویسا ہی کریں گے۔ اس ضعیف نے اشارہ کر کے بتلا دیا کہ وہ شخص بیٹھے ہیں ان کو لے آؤ۔ لوگ آپ کو اس شخص کے پاس لے گئے۔ اُس نے کہا اِس مجمع میں آپ کیسے آ گئے؟ شیخ نے فرمایا تماشہ دیکھنے کو۔ اُس نے کہا کہ جب آپ یہاں آئے ہیں تو میرے سوال کا جواب دیجئے۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر میں جواب دیدوں تو تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ اس ضعیف نے عہد کیا اور کہا کہ اگر آپ میرے سوالوں کے جواب دیدیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ شیخ نے فرمایا چونکہ تم سائل ہو اِس لئے منبر سے نیچے آ جاؤ اور ہم منبر پر آ کر جواب دیتے ہیں۔ وہ اُتر آیا اور حضرت منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اُس نے کہا اے شیخ آپ کے دین کی تین باتیں میری سمجھ میں نہیں آئی ہیں، اگر آپ جواب دیدیں اور اُس کی مثال دُنیا میں دے کر بتلائیں تو میں ایمان لے آؤں اور مسلمان ہو جاؤں۔ شیخ نے فرمایا کہو۔ یہودی نے کہا اوّل یہ کہ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ بہشت میں کھانا اور پینا ہو گا اور حاجت بشری نہ ہو گی (یعنی بول و براز وغیرہ نہ ہو گا)

دوسرے یہ کہ آپ جو کہتے ہیں کہ بہشت میں ایک درخت ہے کہ اس درخت کی شاخیں بہشت کے ہر مکان میں ہوں گی، اور تیسرے یہ کہ نعمت بہشت جتنی کھائی جائے کم نہ ہوگی، یہ سب محال ہے یہ باتیں کیونکر ہوں گی؟ ان مسئلوں کی دنیا میں مثال دے کر بتلایئے، تاکہ ہم ایمان لے آئیں۔ شیخ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تمہارے پہلے سوال کی مثال یہ ہے کہ بچہ جو ماں کے شکم میں رہتا ہے، اس کی غذا ہوتی ہے، مگر اس کو حاجت بشری نہیں ہوتی، دوسرے سوال کی مثال یہ ہے کہ آفتاب ہے ایک ہی آفتاب ہے لیکن ہر مکان میں یکساں اس کی روشنی پہونچتی ہے گویا ہر گھر میں علیحدہ ایک آفتاب ہے، اور تیسرے سوال کی مثال یہ ہے کہ قرآن ہے جس قدر اس کو پڑھا جائے فکر و تامل کی جائے (یعنی اس سے جتنی روحانی غذا حاصل کی جائے) اس کے معنی زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد شیخ نے فرمایا اے ضعیف تم نے تین سوال کئے ہم نے تینوں کے جواب دئے۔ اب میرے ایک سوال کا جواب تم دو، اس نے کہا فرمایئے تاکہ ہم جواب دیں۔ شیخ نے سوال کیا کہ بہشت کے در پر کیا لکھا ہوا ہے؟ وہ ضعیف حیران وساکت ہو گیا۔ مجمع ٹوٹ پڑا۔ مجمع نے کہنا شروع کیا کہ آپ ہمارے بزرگ

(ہمارے پیشوا) ہیں، آپ نے تین سوال کئے اُنہوں نے تینوں کے جواب دئے، لیکن آپ ان کے ایک سوال پر خاموش وساکت ہوگئے ہیں اور کوئی جواب نہ دے سکے؟ اس ضعیف نے کہا جو ہم کہیں گے اس کا اقرار تم تو بھی کروگے؟ تمام مجمع نے اس پیرمرد سے وعدہ کیا اور عہد واثق کیا کہ جو آپ فرمائیں گے ہم اس کا اقرار کریں گے ہم سب وہی کہیں گے۔ اس ضعیف نے کہا کہ بہشت کے در پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ظاہر ہے یہودی کا وہ پیشوا اور اس کی ساری قوم مسلمان ہوگئی، سبحان اللہ وبحمدہٖ (مترجم))۔ اِس کے بعد مخدوم جہاں نے فرمایا کہ بہشت میں انسان کے دل میں جس چیز کی خواہش ہوگی اس خواہش کے اظہار کے قبل، رازق العباد وہ چیز اُس کو عنایت فرما دے گا، پھر بندہ نے عرض کی اگر بہشت میں نامشروع (یعنی ناجائز چیز کی طلب کرے تو وہ ملیگی یا نہیں؟ بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ بہشت میں کسی شخص کے دل میں نامشروع چیز کی خواہش پیدا ہی نہیں ہوگی وہاں جو فعل اس سے صادر ہوگا وہ محمود ہی ہوگا۔ پھر ارشاد ہوا کہ بعض لوگ یہاں پر یہ سوال کرتے ہیں کہ بہشت میں غم کیوں نہیں ہوگا اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ باپ بہشت میں رہے اور بیٹا

128536

دوزخ میں، یا بیٹا بہشت میں ہو اور باپ دوزخ میں تو بیٹے کے سبب سے باپ یا باپ کے سبب سے بیٹے کو رنج و ملال نہو۔ تو یہ قول کیونکر درست ہوا کہ بہشت میں رنج و غم نہ ہوگا؟ فرمایا کہ اِس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بہشت میں کسی شخص کے دل میں ان لوگوں کا خیال ہی نہیں آئے گا جس کے سبب غم واندوہ ہو جیسا کہ کہتے ہیں کہ جب اہل بہشت، بہشت میں داخل ہو کر قیام کریں گے تو حق تعالیٰ ایک خاص ہَوا کو حکم دے گا کہ جا، وہ ہَوا جس دم اہل بہشت کے وجود (جسم) میں لگے گی اس دم ان کے تمام خویش و اقارب جو مستحق دوزخ ہوئے ہیں ان کی صورت بھلا دے گی جس طرح یوں بھی بہت لوگ یاد نہیں آتے ہیں، بات اصل یہ ہے کہ اس کی مرضی مرضی اس کی خواہش خواہش ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے اُس کا حکم دیتا ہے) ؎

زہے صنع نہان و آشکارا	کہ کس را جز خموشی نیست یارا
ترا بر حکمتِ یزداں چہ کاراست	مزن دَم ورنہ جایت فوق داراست
ترا خاموشی و صبر است راہے	نخواہی یافت زیں بارگاہے

(ظاہر اور باطن کتنی اچھی اُس کی صنعتیں ہیں، کون زبان اُٹھا سکتا ہے خاموشی کے سوا

چارہ نہیں، اللہ کی حکمتوں پر تجھے آواز اٹھانے کا کیا حق ہے، سانس نہ لے ورنہ پھانسی کے تختہ پر جگہ بنی ہوئی ہے، صبر اور خاموشی ہی تیری راہ ہے اس سے زیادہ بہتر کوئی ٹھکانا نہیں)۔ اس کے بعد رفتار و گفتار میں صدق کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ سچائی ایک مضبوط رسّی ہے، مومن کو دینی اور دنیاوی امور میں راستی (سچائی) اختیار کرنی چاہیئے تاکہ اس کے دینی اور دنیاوی تمام کام بخوبی انجام پائیں جیسا کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اَلصِّدْقُ سَیْفُ اللهِ فِی الْاَرْضِ مَا وُضِعَ عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا قَطَعَهٗ (راستی اللہ کی تلوار ہے زمین میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر وہ پڑے اور اس کو کاٹ نہ دے۔

راستی آور کہ شوی رستگار ‌‌ ‌ ‌ راستی از تو ظفر از کردگار

(سچائی پیش کرو تاکہ تمہیں رہائی ملے، تمہاری جانب سے صدق ہو خدا کی جانب سے فتح مندی ہے)۔ بندۂ مومن کو چاہیئے کہ ایمان کے معاملے میں سچائی صدق سے بہت زیادہ کام لے اور ہوشیار رہے کہ قدم ڈگمگانے نہ پائے تاکہ کامل طور پر نجات حاصل ہو، جیسا کہ یہ شعر ہے ؎

چوں قدمت شد بہ یقیں استوار ‌ ‌ ‌ ‌ گرد ز دریا نم از آتش برار

(تیرے قدم جب قوت یقین سے جم گئے تو دریا سے خاک اور آگ سے نمی نکال لے)

چوتھی مجلس (۴)

پہلی ماہ رمضان روز جمعہ۔ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کی سعادت نصیب ہوئی، اِس زمانہ کے مشایخ اور اُن کے سجادوں کے متعلق بات آگئی، بندگی مخدوم عظمۃ اللہ نے فرمایا کہ صاحب سجادہ اِس زمانہ میں کون اور کہاں ہیں، صاحبِ سجادہ اُسے کہتے ہیں جو تینوں راہ طے کئے ہوئے ہو اور اس کے نشیب و فراز سے واقف ہو جادہ کی تعریف ہے اَلْجَادَۃُ الطَّرِیْقُ (جادہ طریق ہے) طریق راہ کو کہتے ہیں۔ حاصِلِ سجادہ یہ ہوا کہ جو شخص تینوں راہ طے کئے ہوئے اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو اُس کو صاحبِ سجادہ کہیں گے۔ اوّل راہِ شریعت دوم راہ طریقت سوم راہ حقیقت، جو اِن تینوں راہوں سے محروم ہے اور واقفیت نہیں رکھتا نہ ان راہوں کو طے کئے ہوئے ہے وہ خود صاحب سجادہ نہیں بلکہ وہ اپنی راہ کا شیطان ہے۔ یہ جو بہتوں کو دیکھتے ہو کہ مُصَلاّ پر بیٹھے ہوئے دعویٰ سجادگی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم صاحبِ سجادہ و شیخ ہیں حاشا و کلاّ مُصَلاّ نہیں وہ اُن کی راہ کا بُت و زنار ہے ؎

ماہ رویان تیرہ ہوشانند　　جاہ جویان دیں فروشانند

ہمہ در علم سامری دارند　　　　از بروں موسیٰ از دروں مارند

سر بباغ و دلِ زمیں دارند　　　　کہ دل و عقل شرع و دیں دارند

از رہِ شرع و شرط برگشتہ　　　　تشنۂ خونِ یکدگر گشتہ

(حسین چہرہ والے ہوش گم کرنے والے ہیں، جاہ طلب کرنے والے دین بیچنے والے ہیں، سب اپنے اپنے کاموں کے علم میں سامری کی طرح ہیں، ظاہر میں موسیٰ نظر آتے ہیں اور اندر میں زہریلے سانپ ہیں، اُن کا خیال باغ میں لگا ہوا ہے، اُن کا دل جوع الارضی کی طرف مائل ہے، کہ عقل و شرع و دین بھی رکھتے ہیں ؟ شریعت کی راہ اور اس کے شرائط سے پلٹ چکے ہیں، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں)۔

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ مَا الطَّاغُوتُ قَالَ مَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ الطَّاغُوتُكَ (بُت کیا ہے کہا جو چیز تم کو خدا سے باز رکھے وہ تمہارا بُت و زنّار ہے) ہرگز ہرگز ایسے صاحب سجادوں کے دعوؤں پر فریفتہ نہ ہونا اور ان کے نزدیک نہ جانا کہ یہ لوگ اس راہ کے ڈاکو ہیں، کیا خوب کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

پوشیدہ مرقع اند ایں خامے چند　　　　برگفتہ بطامات الف لامے چند

نارفتہ رہِ صدق و صفا گامے چند　　　　بدنام کنندۂ نکو نامے چند

(یہ چند خام مکار لوگ گدڑی پوش بن بیٹھے ہیں، چند زبانی دعووں پر لام قاف لگاتے ہیں، راہِ صدق و صفا میں چند قدم بھی نہیں چلے ہیں، نیک لوگ یعنی بزرگوں کے ناموں کو بدنام کرنے والے ہیں)۔

بعد اس کے زہد کے بارے میں گفتگو ہوئی، فرمایا کہ زاہد وہ لوگ ہیں جو اِن صفات سے مُتَّصِفْ ہوں جیسا کہ صاحبِ شرع علیہ السّلام نے بیان فرمایا ہے اَلزَّاهِدُوْنَ فِی الدُّنْیَا وَالرَّاغِبُوْنَ فِی الْاٰخِرَةِ وَالرَّاضُوْنَ بِقَضَاءِ اللهِ تَعَالٰی وَقَدَرِهٖ (زاہد وہ لوگ ہیں جو دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے ہیں اور آخرت کی جانب رغبت رکھنے والے ہیں، اللہ کے فیصلے اور اللہ کی تقدیر پر راضی رہنے والے ہیں) اے بھائی شیخی اور زاہدی بڑا دشوار کام ہے۔ یہ دولت نفس پرستوں اور خود بینوں کو نہیں دیتے اور جس کو دیتے ہیں بلا استحقاق مفت دیتے ہیں، کسی شخص کو اس کے کاموں، اس کے حکموں پر اعتراض کا حق نہیں وہ حاکمِ مطلق ہے جو اس نے چاہا وہ کیا اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یَفْعَلُ اللهُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (اس کا فعل اپنی مشیت پر ہوتا ہے اور اس کا ارادہ اُس کا حکم ہے) ~

ہرچہ خواہد آں کند آں بادشاہ　　　قادر است او یفعل اللہ ما یشا

(وہ بادشاہ ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، وہ قادر ہے اُس کا فعل اس کی منشا پر ہوتا ہے) اے برادر دیکھو ہم سمجھاتے ہیں۔ ہرگز اِس جماعت پر فریفتہ نہ ہونا اور ان دکانداروں پر جن کے متعلق ہم نے کہہ دیا ہے ہرگز نازاں نہ ہونا اِس لئے کہ یہ لوگ راہبر نہیں بلکہ راہ کھوٹی کرنے والے لیٹرے ہیں، پھر فرمایا کہ ساری چیزوں کی جڑ کمال ایمان ہے، اِس کے بعد شیخی وزاہدی۔ کمال ایمانی کا کوئی طالب نہیں، بلاشبہ اگر کمال ایمان کی طلب میں ہوں تو کمال ایمان تک پہونچ جائیں اور مطلوب ومقصود حاصل ہوجائے، لیکن جس کو بھی دیکھو شیخی وزاہدی وعابدی کا طالب ہے اور یہ تمام چیزیں مطلوب ومقصود کے لئے حجاب ہیں یعنی محرومی کا سبب ہیں، اس کے باوجود یہ لوگ اِس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم مطلوب ومقصود کو پائے ہوئے ہیں۔ مانا کہ یہ سب ہوا لیکن جب تک کمال ایمان کے طالب نہیں ہوتے اہل معرفت کی نظر میں گویا ابھی تک وہ مسلمان بھی نہیں ہوئے ہیں ؎

صوفی وسبز پوش شدو شیخ چلّہ دار　　　ایں جملہ شدی و لے مسلماں نہ شدی

(تم صوفی ہوگئے سبز پوش ہوئے شیخ چلّہ دار بن گئے، یہ سب ہوئے لیکن مسلمان نہ ہوئے)

لازم ہے کہ بندۂ مومن کو حق تعالیٰ سے پیہم شرم ہو، اِس لئے کہ شرم ایمان کے اوصاف میں سے ایک صفت ہے بلکہ یہ شرم ایمان کی روح ہے اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ (ایمان میں حیا کا مقام ایسے ہے جیسے بدن میں سر) جس شخص کو شرم نہیں، ایمان نہیں، جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی طرف اشارہ ہے قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَقَالَ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا حَیَاءَ لَهٗ (سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمانی صفات میں سے حیا بھی ہے اور پھر دوسری جگہ ارشاد ہوا جس کو حیا نہیں اس کو ایمان نہیں) معنی یہ ہوئے شرم ایمان سے ہے یعنی شرم ایمان کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے جس کو شرم نہیں ہے اس کو ایمان کا وصف نہیں ہے، گویا ایک درخت بے میوہ و بے منفعت ہے، ایسا درخت جس میں پھل نہ آتا ہو ظاہر ہے کہ کیا ہے۔

پانچویں مجلس (۵) بارہویں ماہ مذکور روز شنبہ، آستانہ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جاہل قاضیوں کے فتوے اور ان کے احکام کے متعلق بات آگئی بندگی مخدوم جہاں شرفہ اللہ نے فرمایا، وہ جو سُنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے

قَاضٍ فِی الْجَنَّۃِ وَقَاضِیَانِ فِی النَّارِ (تین میں ایک قاضی جنت میں ہوگا اور دو قاضی آگ میں) تو قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک قاضی تو وہ ہیں جو قاضی عالم ہیں، اور اپنے علم کے ذریعہ شرع شریف کو جیسا کہ اس کا حق ہے، نافذ کرتے ہیں اور اس کے نفاذ میں لالچ یا کسی سے کوئی اُمید نہیں رکھتے" ایسے قاضی بہشت میں ہوں گے جیسا کہ قرآن واضح فرمارہا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے کہ اُن کی مغفرت ہوگی اور بہت بڑا اجر ملے گا) ایمان کے بعد عمل صالح کیا تو اِس وعدہ میں داخل ہو گئے، دوسرے قاضی وہ ہیں جو عالم تو ہوتے ہیں مگر احکام شرعیۃ کو رشوت کے ذریعہ نافذ کرتے ہیں، اپنے فیصلے اور اپنے حکم کرنے میں توقع طمع امید ولالچ مدعی و مدعا علیہ سے رکھتے ہیں، ان کا کوئی حکم کوئی کام بغیر طمع کے نہیں ہوتا ے

ہر آں قاضی کہ رشوت خوار باشد مقامِ وے ہمیشہ نار باشد

(جو قاضی رشوت لیتا ہے بیشک اُس کی جگہ آگ میں ہے)

تیسرا قاضی وہ قاضی ہے جو جاہل ہے اور امور شرعیہ کو اپنی جہالت کے ساتھ

نافذ کرتا ہے ؎

جہل چوں آتش بود اندر نہاد   عالمے از وے بسوزد اے جواد

(انسانی طبیعت میں جہالت آگ کی طرح ہے، اے شریف النفس یہ ایسی آگ ہے جس سے ایک عالم جل سکتا ہے) انہیں دو طرح کے قاضیوں (حکام وقت) کے متعلق حکم ہے کہ قاضیان فی النار ؎

چراغ عقل و دانش پیش خود را   وگرنہ در چہ افتی سرنگوں سار

(عقل و دانش کا چراغ اپنے سامنے رکھو ورنہ سر کے بل جہالت کے کنواں میں گر جائیگا) ایسے ہی ہر دو قاضی دوزخی ہیں، اِلَّا اَنْ یَّعْفُوَ اللّٰہُ بِفَضْلِہٖ وَکَرَمِہٖ (لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف کردے) اسی معنی کی ایک حکایت بیان فرمائی گئی کہ ایک شہر میں ایک شیخ تھے اور ایک دانشمند (عالم) دونوں کے گھروں کا دروازہ ایک دوسرے کے برابر تھا اور ان دونوں میں بڑی دوستی تھی۔ جب اس شہر کے قاضی کا انتقال ہوا، اللہ کی مصلحت اسی دانشمند کو اس شہر کے قاضی کا عہدہ مل گیا۔ ایک مدت کے بعد حسب عادت قدیم شیخ کے گھر کی لونڈی تھوڑا گیہوں آٹا پیسنے کے لئے لے کر اس دانشمند (قاضی) کے گھر گئی۔ آٹا پیس کر لئے آرہی تھی کہ شیخ کی نظر پڑ گئی، شیخ نے

اُس لونڈی سے پوچھا کہ تیرے سَر پر کیا چیز ہے؟ لونڈی نے جواب دیا
تھوڑا گیہوں دانشمند کے گھر لے کر گئی تھی وہاں سے پیس کر لا رہی ہوں'
شیخ نے کہا یہیں پر رکھ دے اور تو جا۔ اپنے مریدوں میں سے ایک
مرید کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اِس آنٹے کو لے کر جاؤ اور پورے شہر
میں گشت کرو اور یہ صدا لگاتے جاؤ کہ یہ آنٹا قاضی کی چکّی کا پسا ہوا ہے'
ہے کوئی جو لے' جو قبول کرے اُس کو دیدو۔ حسب الحکم وہ مرید آنٹا
لے کر گیا اور تمام شہر میں گشت لگائی لیکن کسی نے قبول نہ کیا۔ آنٹا شیخ
کے حضور میں واپس لے آیا اور ماجرا بیان کیا کہ جس نے یہ سُنا کہ قاضی
کی چکّی کا پسا ہوا ہے' قبول نہ کیا۔ شیخ نے کہا اچھّا لے جاؤ اور اِس آنٹے
کو دریا یا تالاب میں ڈال دو۔ وہ لے گئے' اور آنٹا کو پانی میں ڈالدیا۔
بعد اس کے شیخ نے قسم کھائی کہ جب تک میں زندہ ہوں اس پانی کو نہ پیوں گا
بندگی مخدوم جہاں شرف اللہ نے فرمایا کہ اس زمانے کے قاضی (حاکم)
کی چکّی کا یہ حال ہے جو تم نے سُنا۔ اِس زمانہ کے قاضیوں (حاکموں)
پر حسرت و افسوس ہے۔ کل قیامت کے دِن ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے ساتھ
کیا ہوتا ہے۔ معاملہ بالکل برعکس ہوگا ۵

سَوْفَ تَرَىٰ اِذْ تَجَلَّى الْغُبَارُ
اَتَحْتَكَ فَرَسٌ اَمِ الْحِمَارُ

(بہت جلد تم پر یہ ظاہر ہو جائے گا جب یہ غبار تمہاری نظروں سے ہٹ جائیگا کہ تمہاری سواری میں گھوڑا ہے یا گدھا۔) آج مستی میں آ کر جو اچھا معلوم ہو کر گذریں اور جو جی چاہے وہ نافذ کریں مگر کل قیامت کے دن اُس احکم الحاکمین جل جلالہٗ کے سامنے جب نامۂ اعمال پیش ہوگا اور دعویداران حاضر ہوں گے اُس وقت کیا جواب دیں گے۔ مصرعہ:۔

فردا کہ کند خمار کاشب مستی

ایسے قاضیوں (حاکموں) کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے جیسا کہ نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے مَنْ جُعِلَ قَاضِیًا فَکَاَنَّمَا ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ (جو قاضی بنایا گیا گویا وہ ذبح کیا گیا بغیر چھری کے)۔ ہارون رشید کے عہد میں امام اعظم (ابو حنیفہ) رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کے سبب کیا کچھ نہ ہوا ہے کیا کیا مصیبتیں اور کیا کیا سختیاں آپ نے نہ اُٹھائیں یہاں تک کہ قیدخانہ میں بھی ڈالدیئے گئے اور وہیں قیدخانہ میں جان دیدی لیکن آپ نے قضا قبول نہ کی ۔

آنانکہ ہمیشہ در نماز اند | پندار کہ محرمانِ راز اند
با ہیچ کسے نیاز شان نہ | اِلّا کہ بذکر بے نیاز اند
در بوتۂ فقر می بسوزند | با اندرہ خویش می بساز اند
یکبار بریدہ از دو عالم | وز دون خدا در احتراز اند

(جو لوگ ہر لمحہ نماز کی کیفیت سے متصف ہیں یقین مانو وہی لوگ محرم راز ہیں، کسی غیر سے ان کی نیاز مندی نہیں ہے۔ ذکر الٰہی میں رہ کر ماسوا سے بے نیاز ہیں۔ فقر کی بھٹی میں جلتے رہتے ہیں، خود کو غم محبوب کا ساز گار بنا لیا ہے، آن واحد میں ہر دو عالم سے جُدا ہو جاتے ہیں، خدا کے سوا سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں۔)

چھٹی مجلس (۶)

انیسویں ماہ مذکور، آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مقطعات قرآن کی بات آگئی، ایک عزیز نے عرض کی امام زاہد کی تفسیر میں آیا ہے کہ مصطفٰے علیہ السّلام نے قرآن تلاوت کرنے والے کے حق میں فرمایا ہے کہ قرآن کے ہر حرف کے بدلے میں جو اُس نے پڑھا ہے اُس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس بُرائیاں دُھل جائیں گی اور دس درجے اس کے نام کے بلند کئے جائیں گے اور آخر حدیث میں ارشاد فرمایا ہے لَآ اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَّلٰکِنْ

بِالْاَلِفِ عَشَرَۃٌ وَبِالّلَامِ عَشَرَۃٌ وَبِالْمِیْمِ عَشَرَۃٌ

(لیکن میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ الٓمٓ ایک حرف ہے' لیکن حال یہ ہے کہ الف کے عوض دس اور لام کے عوض دس اور میم کے عوض دس) اس کا سبب کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٓمٓ کو حرف نہ کہوں' بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ یہ درمیان اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک راز ہے تو اس کو حرف نہیں کہہ سکتے۔ اگر حرف کہیں تو مقطعات کے ذریعہ ابتدا کا کمال ختم ہو جائے گا' اس لئے کہ اگر حرف کہتا ہوں تو اس کے الفاظ معلوم ہیں اور مقطعات میں ابتدا معلق ہے اس کے لفظ کے اعتبار سے بھی اور معنی کے اعتبار سے بھی جس طرح مقطعات کے معنی معلوم نہیں ہیں اسی طرح اس کے الفاظ بھی معلوم نہیں پس اسی سبب سے حرف نہیں کہہ سکتے اور وہ جو یہ فرمایا ہے کہ بِالْاَلِفِ عَشَرَۃٌ (الف کے عوض دس) وَبِالّلَامِ عَشَرَۃٌ (لام کے عوض دس) وَ بِالْمِیْمِ عَشَرَۃٌ (میم کے بدلے دس نیکیاں) یہ بیان مقطعات کے حروف کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ بیان مقطعات کے پڑھنے کے ثواب کا ہے' پھر اسی عزیز نے عرض کی کہ ایک دوسری کتاب میں آیا ہے کہ مقطعات کی

چند قسمیں ہیں۔ بعض تین حرف کے، بعض دو حرف کے، بعض ایک حرف کے ہیں۔ اِس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقطعات حروف ہوئے، بندگی مخدوم جہاں شرف اللہ نے فرمایا کہ تعداد مقطعات سمجھانے کے لئے بتلائی گئی ہے اور خدا وند تعالیٰ کی حکمت بالغہ کو بیان کرنے کے لئے یہ کہ اِس میں بھی خدا کی حکمت ہے جو بعض تین حرفی ہیں اور بعض دو حرف کے اور بعض ایک حرف کے۔ اِس کے بعد قرآن اور توریت کا ذکر ہوا بندگی مخدوم عظمۃ اللہ نے فرمایا کہ توریت اتنا ضخیم تھی کہ اسی اونٹوں کا وہ بار تھی جو موسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے اور اس میں تمام حکمتیں صاف صاف کھلی کھلی پوری صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں، اِس لئے کہ اُس زمانہ میں اجتہاد نہ تھا، اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوری یاد تھی۔ موسیٰ علیہ السّلام کے تشریف لے جانے کے بعد بخت نصر پیدا ہوا، اس نے بیت المقدس کو تباہ کیا اور توریت کو جلا دیا۔ بنی اسرائیل توریت کے زائل ہونے سے سخت پریشان ہوئے، کہنے لگے کہ کام کیسے چلے گا اِس لئے کہ توریت جلا دی گئی اور موسیٰ علیہ السّلام رحلت فرما گئے۔ اِسی سبب سے یہ لوگ سخت مضطرب اور پریشان تھے، لیکن اللہ کی عنایت بنی اسرائیلوں کے ساتھ

پہلے سے تھی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے اُن میں پیدا کیا'
عزیر علیہ السّلام بنی اسرائیلوں میں آئے اور فرمائے کہ مجھے توریت یاد
ہے، تم لوگ لکھ لو۔ بنی اسرائیل خوش ہو گئے۔ عرض کی فرمایا جائے کہ
ہم لوگ لکھ لیں' اُنہوں نے لکھوا دی جو ستر اونٹ کا بوجھ ہو گئی۔ بنی اسرائیلیو
کے دلوں میں یہ خطرہ گذرا اور شیطان لعین نے یہ وسوسہ ڈالا کہ معلوم
نہیں یہ نوشتہ اصل توریت کے مطابق ہے یا نہیں۔ دوسری توریت
تلاش کرنی چاہیئے تاکہ تصدیق ہو سکے۔ اگر اس کے موافق ہوئی تو قبول
کریں گے۔ چنانچہ سابق توریت کی تلاش میں سرگرم ہوئے۔ ایک مدت کے
بعد ایک بوڑھی عورت ظاہر ہوئی۔ اس نے کہا کہ موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے
میں ایک توریت دفن کرادی گئی تھی۔ اُس جگہ کو میں جانتی ہوں، تم سب
وعدہ کرو کہ اگر مل جائے گی تو مجھکو کیا کیا انعام دو گے۔ سبھوں نے مختلف
انعامات کا وعدہ کیا۔ اس عورت نے وہ جگہ دکھلادی۔ جب کھدائی ہوئی تو
وہ توریت دفن شدہ مِل گئی۔ ہر ایک شخص نے حسب وعدہ اس کو انعام
دے کر خوش کر دیا۔ بعد اس کے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف ایک نقطہ ایک
اعراب کا فرق نہ تھا۔ بنی اسرائیلیوں کے ایمان میں تزلزل آگیا' وہ پھر گئے

اور یہ کہنے لگے کہ آدمی کی وسعت اور قوت سے یہ باہر ہے کہ اتنی بڑی کتاب جو ستر اونٹوں پر بار ہو، کوئی یاد رکھ سکے، لہٰذا یہ عُزیر آدم زاد نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اِس سے ان کے ایمان میں لغزش آگئی۔ اس کے بعد مخدوم جہاں نے فرمایا کہ جو کچھ توریت، انجیل، زبور اور دوسرے صحیفوں میں تھا وہ سب قرآن میں ہے اور یہ برسبیل ایجاز و اختصار ہے، قرآن کو اللہ تعالیٰ نے صحف فرمایا ہے۔ بنابریں اگلے صحیفوں کے معنی قرآن میں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ (اللہ کی طرف سے رسول ہیں جو پڑھتے ہیں پاک کتاب کو وہ بہت مضبوط کتاب ہے (جس میں بہت مضبوط باتیں لکھی ہوئی ہیں)۔

ایک عزیز نے عرض کی کہ قرآن کو فرقان کس سبب سے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ قرآن کفر اور ایمان، حق و باطل، علم و جہل، طاعت و معصیت اور نور و ظلمت ہدایت و گمراہی اور اسی طرح دوسری چیزوں میں فرق کرنے والا ہے، اسی سبب سے فرقان کہتے ہیں۔ پھر انھوں نے عرض کی کہ خداوند تعالے فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (کیا تم نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی جانب جنھوں نے ظلم کیا) تو اَلَّذِیْنَ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ اَیْ لَا تَنْظُرْهَا

وَلَا تَرْکَنُوْا (یعنی مت دیکھو اور نہ رُخ کرو) حق سبحانہٗ تعالیٰ ظالم کے چہرے کو دیکھنے سے منع فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس کے چہرے کی طرف نظر نہ کرو۔ ظالم کے چہرے کو دیکھنا حرام ہے۔ اگر عدل اور ظلم ملے ہوئے ہوں یعنی یہ دونوں چیزیں کسی میں پائی جائیں تو ایسی صورت میں خوف نہیں ہے۔ اِس لئے کہ وہ ایک صورت میں عادل ہے اور عادل کے چہرے کو دیکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ بعد اس کے فرمایا کہ بعض وجوہ سے ظلم کفر سے بھی بڑھا ہوا ہے اور کسی طرح بھی ظلم کرنا بہتر نہیں ہے، اِس لئے کہ ظلم کی کثرت کفر کی طرف لے جاتی ہے۔ کافر کے چہرے پر نظر ڈالنی حرام نہیں ہے، لیکن ظالم کے چہرے کا دیکھنا حرام ہے۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ ظلم کفر سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ہے اَلْمُلْکُ یَبْقٰی مَعَ الْکُفْرِ وَلَا یَبْقٰی مَعَ الظُّلْمِ (ملک سلطنت کی بقا کفر کے ساتھ رہ سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ نہیں)۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شہر میں ایک امیر اور ایک بزرگ رہتے تھے۔ وہ امیر بڑا ظالم تھا۔ لاکھ چاہتا تھا کہ ان بزرگ کی قدمبوسی کی سعادت سے مشرف ہو، لیکن یہ سعادت اس کو نصیب نہیں ہوتی تھی۔ جب جب وہ ان بزرگ کے آستانہ پر جاتا وہ بزرگ اس کو جواب کہلا دیتے کہ ظالم سے

چہرے کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے۔ میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھوں گا۔ ایک دن وہ امیر گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں گیا تھا واپس آرہا تھا، وہ بزرگ کسی ضرورت کے لئے اپنے گھر سے نکلے تھے۔ راہ میں اس امیر کی نظر بزرگ پر پڑی۔ ان بزرگ نے چاہا کہ دائیں بائیں اِدھر اُدھر ہو جائیں تاکہ اس ظالم کا چہرہ نہ دیکھیں۔ جب کوئی راہ نہ ملی مجبوراً اپنے چہرۂ مبارک کو دیوار میں زور سے سٹا لیا۔ وہ امیر گھوڑے سے اُتر آیا اور نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اب کیا کیجئے گا؟ اُن بزرگ نے کہا جہاں تک میری قدرت میں تھا میں نے کیا ؎

در حضورِ حق چرا بدکارہٗ فتنہ جو و ظالم و خونخوارہٗ
گر ترا صدق است گو ایماں کجاست ایں تعذر ہائے تو بہر چراست
حق تعالیٰ ناظرِ احوال ہاست بے گماں او سامعِ اقوال ہاست

(اللہ کے حضور میں تو اس درجہ بدکار، فتنہ جو، ظالم و خونخوار کیوں ہے؟ اگر تجھ میں سچائی ہے تو تو ہی بتا کہ ایمان کا کچھ پتہ بھی ہے؟ پھر ایسے حال میں تیرا یہ عذر و معذرت کس لئے ہے۔ حق تعالیٰ تمام حالات کا دیکھنے والا ہے، بلاشبہ وہ ساری باتوں کا سننے والا ہے۔) ہر چند اس ظالم امیر نے الحاح و زاری کی اور معذرت چاہی

مگر ان بزرگ نے اس ظالم کا چہرہ نہ دیکھنا تھا نہ دیکھا۔ آخر وہ امیر سوار ہو کر چلا گیا اور یہ بزرگ اپنے گھر چل دئے ؎

طاعتے کن روئے بتاب از گناہ   تا نشوی چوں خجل آں عذر خواہ

(دیکھ بندگی کر اور گناہ سے مُنہ موڑ تاکہ تو اُس عذر خواہ کی طرح شرمندہ نہ ہو)

پھر عزیز نے عرض کی کہ ظالم کی تعظیم کرنی چاہیئے یا نہیں؟ بندگی مخدوم نثرہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ظالم نے کسی بزرگ کی خدمت کی اور اس نے جس مقدار میں دین کا احترام اور دین کی تعظیم کی زنہار اس نے عدل کیا محض اسی سبب سے اگر کرے تو کی جاسکتی ہے۔ اِس لئے کہ جس نے دین کی تعظیم کی وہ تعظیم کا مستحق ہوا۔ اِس کے بعد فرمایا کہ ایک زمانہ میں اگلے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جس کا ظلم بہت بڑھا ہوا تھا۔ اُس زمانہ میں ایک مُذکِّر تذکیر کر رہے تھے (یعنی ایک مولٰینا وعظ کہہ رہے تھے) کہ ایک شخص آکر کھڑا ہوا اور اُس نے سوال کیا کہ مولٰینا یہ حدیث مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکر ہے کہ اَلْمُلْکُ یَبْقٰی مَعَ الْکُفْرِ وَلَا یَبْقٰی مَعَ الظُّلْمِ ہم لوگوں کے زمانہ میں اِس درجہ ظلم ہوتا ہے اور دیکھتا ہوں کہ مُلک قایم ہے؟ مولٰینا نے کیا بہتر جواب دیا ہے، کہا کہ ظلم کفر کی حد کو پہونچ گیا ہے اِس لئے تم

ملک کی بقا دیکھ رہے ہو، اِس ملک کی بقا ظلم کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ کفر کے ساتھ باقی ہے۔ ہزار افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو ظلم کرتے ہیں اور اپنے کئے ہوئے ظلم کو ظلم نہیں جانتے ؎

رسمِ ستم نیست جہاں یافتن ملک بانصاف تواں یافتن

مملکت از عدل شود پائدار کارِ تو از عدلِ تو گیرد قرار

عدل کن وظلم ز عالم دراے تا بود از عدل تو عالم بپاے۔

(ظلم کا خاصہ نہیں کہ اس سے بادشاہت ملے، انصاف سے ملک حاصل ہوتا ہے بادشاہت عقل سے تقویت پاتی ہے، تمہارے کام میں تمہارے انصاف ہی سے پائیداری آئے گی، انصاف کرو عالم سے ظلم کو نکالو تاکہ تمہارے انصاف کے ذریعہ عالم میں پائیداری آئے۔)

ساتویں مجلس (۷)

پچیسویں ماہ مذکور روز شنبہ، آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس غریب نے عرض کی کہ حدیث مصطفیٰ و کلام مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں آیا ہے کہ خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِ مِنْ نُّوْرِہٖ (حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو تاریکی میں پیدا فرمایا پھر اپنے نور پاک سے منور کر دیا)

یہ جو فرمایا کہ خلق کو اندھیرے میں پیدا کیا، یعنی مخلوقات تاریکی میں پیدا ہوئے ہیں ثُمَّ رَشَّ عَلَيْهِ مِنْ نُوْرِهٖ (پھر اپنے نور سے منور کر دیا) ان جملوں کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ جملہ مخلوقات کی پیدائش دراصل تاریکی میں تھی، یعنی مخلوقات اندھیرے میں پیدا ہوئے ہیں بعد اُس کے ثُمَّ رَشَّ مِنْ نُوْرِهٖ اس کے نور سے روشن ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق روشنی لی اور منور ہوئے تو مخلوقات میں جو نور ہے وہ بادشاہ تعالیٰ کے نور سے بلا تجزی و تبعیض (یعنی بلا علیحدہ کئے ہوئے یا بانٹ کر دئے ہوئے) کے عنایتی ہے۔ یوں سمجھو کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو رات کی سیاہی اس کی روشنی سے منور ہو جاتی ہے، لیکن یہ بلا تجزی و تبعیض کے ہوتا ہے، نہ یہ کہ تاریکی بڑھ جاتی ہے اور آگے ہو جاتی ہے، یا تاریکی روشنی ہو جاتی ہے، یا آفتاب کی ذات میں یعنی نفس آفتاب میں کچھ کمی آجاتی ہے۔ تاریکی اور چیز ہے اور روشنی اور چیز ہے، بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں؛ اور اسی طرح چاند کی روشنی آفتاب نکلنے پر چھپ جاتی ہے اور بعض ستارے چاند کی شعاع کے آگے معدوم ہو جاتے ہیں (کیونکہ چاند بادشاہ ہے) بعد اس کے

ارشاد ہوا کہ جس طرح اِس حدیث شریف یعنی حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (ابرار کی نیکیاں مقربوں کے لئے گناہ ہیں) کے معنی دشوار معلوم ہوتے ہیں کہ فرمایا حضورؐ نے کہ نیک بختوں کی نیکیاں مقربوں کی بُرائیاں یا گناہ ہیں، حَسَنَہ دوسری چیز ہے اور سَیِّئَہ دوسری چیز ہے، بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ حَسَنَہ، سَیِّئَہ یعنی نیکی بُرائی کیونکر ہو جائے گی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ نیک کاروں کی نیکیاں مقربوں کی بُرائیاں یا گناہ اس معنی کر ہے کہ حسنہ ابرار یعنی ابرار کی نیکی بڑی چیز ہے اور مقربوں کی نیکی اس سے کہیں بڑی اور افضل تر ہے جبکہ مقربان فضل ہیں افضل ہیں تو اُن کے حق میں اُن کے مقام کے لحاظ سے سَیِّئَہ گناہ کہا گیا۔ ان کے درجات کی بلندی گرچہ بنفسہٖ حسنہ ہے لیکن بہ نسبت احسن ناقص ہے۔ اسی معنی کر حضور نے فرمایا ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ واللہ عالم۔ بعد اِس کے فرمائے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے یہی زلت (چوک) ہوئی ہے، اس لئے کہ آپ افضل سے بھی فاضل تر ہیں اور وہ قصّہ یہ تھا کہ جب خدائے تعالیٰ کا آدم علیہ السّلام کو فرمان پہونچا کہ قُلْنَا یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ

الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (ہم نے کہا کہ اے آدم طمانیت اختیار کرو تم اور تمہاری بیوی جنت میں اور کھاؤ اس میں بے دریغ جہاں سے چاہو، مگر تم دونوں اس درخت کے قریب مت جاؤ تو ہو جاؤ گے تم دونوں نافرمانوں میں) آدم اور حوّا علیہما السّلام پر تمام بہشت اور اس کی تمام نعمتیں حور و قصور، اشجار و انہار اور ساری چیزیں وہاں کی گیہوں کے ایک درخت اور اس کی تمام جنس (تمام قسم گیہوں) کے سوا آدم و حوّا علیہما السّلام پر مباح و جائز کردی گئی تھیں جب آدم علیہ السّلام بہشت میں داخل ہوئے تو کوئی چیز اُن کی نظر میں اتنا نہ بھائی مگر وہی درخت گیہوں جس سے منع فرمایا گیا تھا۔ نظر پڑتے ہی وہ درخت نہایت لطیف اور اچھا معلوم ہونے لگا۔ آدمی کی خاصیت ہے کہ جس چیز سے روکا جائے اس چیز کی طرف اس کی رغبت اور خواہش زیادہ ہوتی ہے جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ فِیْمَا مُنِعَ لَہٗ (انسان کا خاصہ ہے کہ جس چیز سے روکیے اُس کی طرف لپکتا ہے) آدم علیہ السّلام نے اپنے اجتہاد اور شیطان کے وسوسہ سے اس جنس میں سے کھالیا یعنی اس درخت سے نہیں کھایا جس کی طرف اشارہ فرمایا گیا تھا بہشت

میں قسم گیہوں کے (یعنی اس جنس کے) بہت سارے درخت تھے۔ آدم علیہ السلام کی طبیعت چاہی تو کہا کہ عین یہ ایک درخت میرے لئے منع ہے دوسرے درخت سے نہیں روکا گیا ہے، بس کھا لیا۔ اس اجتہاد میں چوک ہو گئی (یعنی اس رائے کے قائم کرنے میں غلطی ہو گئی) چاہیئے تھا کہ احتیاط فرماتے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اُن سے پوچھتے اِس لئے کہ کھانے کی کوئی ایسی ضرورت نہ تھی کیونکہ بہشت میں کھانے کی دوسری چیزیں بہت تھیں لہٰذا معذور نہیں ہیں کوئی سبب عذر کا نہیں ہے۔ جب اجتہاد یعنی اپنی رائے اور شیطان کے وسوسہ سے کھا لیا تو وہ فضیلت جو افضل یعنی بہت بڑی فضیلت تھی ترک ہو گئی تو یہ کہا گیا کہ عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ (آدم سے رب کی منشا سمجھنے میں چوک ہو گئی) عتاب آیا سر سے تاج خلافت اور بدن سے حُلّۂ بہشتی اُتار لیا گیا، یوں ہوا کہ حُلّۂ بہشتی وہ بہشت کا کپڑا جسم مبارک سے اُتر گیا، آپ نے اپنے اس حِصّۂ جسم کو جس کو چھپانے کا حکم ہے کبھی نہیں دیکھا تھا، آپ کے ناف کے نیچے ایک نور تھا کہ جب کبھی نظر نیچی فرماتے وہ نور آنکھوں کی روشنی کے درمیان پردہ بن جاتا۔ جب وہ نورانی پردہ علیحدہ ہو گیا، اپنے اس حِصّۂ جسم پر نظر پڑی تو خوف پیدا ہوا کہ کہیں فرشتے وغیرہ

بھی نہ دیکھ لیں، بہشت میں دوڑنے بھاگنے لگے۔ کبھی اس درخت سے
اور کبھی اُس درخت سے پتے مانگتے تاکہ اپنے اس حصّۂ جسم کو جس کا کھلنا
دُرست نہیں ہے چھپالیں فرمان آیا اَفِرَارًا مِنِّیْ یَا اٰدَمُ عرض کی لَا
بَلْ حَیَاءً مِّنْکَ معنی یہ ہوئے کہ مجھ سے بھاگتا ہے اے آدم! آدم
علیہ السّلام نے جواب دیا اے رب ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ تجھ سے
شرم آتی ہے۔ فرمان ہوا بہشت سے نکل جاؤ۔ جب بہشت کے در پر پہونچے
تو انجیر کے درخت نے پتّہ دیا۔ الغرض آدم علیہ السّلام بہشت سے
سراندیپ میں اُتارے گئے اور حوّا علیہا السلام جدّہ میں سمندر کے
کنارے ڈال دی گئیں۔ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں آیا ہے کہ
سراندیپ سے جدّہ تک سات سو فرسنگ کی راہ ہے۔ بعد اس کے
ان لوگوں کی قرارگاہ دُنیا ہوئی جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید
فرقان حمید میں بتلایا ہے وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ
اِلٰی حِیْنٍ (اور تم لوگوں کو زمین میں ٹھہرنا ہے اور تم لوگوں کے لئے اس میں
منافع ہیں ایک معینہ وقت تک کے لئے)۔ بعد اس کے مخدوم شرفہ اللہ
نے فرمایا کہ یہ ماجرا خلق کی روش کے مطابق عمل میں آیا ہے۔ چنانچہ

دُنیاوی بادشاہوں کی رسم و روش یہی رہی ہے کہ جب کسی بادشاہ کا ملازم گناہ (نافرمانی) کرتا ہے تو اس کو اپنے سامنے سے دُور کر دیتے ہیں اور قیدخانہ میں بھیج دیتے ہیں، اِسی طرح آدم علیہ السّلام سے لغزش ہو گئی تو اُس بادشاہ تعالیٰ نے قیدخانۂ دنیا میں بھیج دیا کہ یہ دنیا مومنوں کا قیدخانہ ہے۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِیْنَ (دنیا مومن کا قیدخانہ ہے اور کافروں کے لئے جنّت) اسی مضمون کو مولنا روم یوں فرماتے ہیں ؎

منصب ابلیس و دیو است ایں جہاں ۔۔۔ حبس مومن ایں بود اے دوستاں

تاکہ مومن را نباشد ہیچ کام ۔۔۔ در نعمہائے دُنیا و السّلام

(دیو اور شیطان کی یہ دُنیا ٹھہرگاہ ہے، دوستو مومن کے لئے تو دنیا قیدخانہ ہے۔ مومن کے لئے دنیا کی یہ نوعیت اِس لئے رکھی گئی ہے کہ وہ دنیا کی ضرورت نہ سمجھے اور نہ دنیاوی نعمتوں کی، اللہ ہمیں اِس فکر کی سلامتی بخشے)۔

آٹھویں مجلس (۸) ماہ مذکور کی آخری تاریخ روز پنجشنبہ، آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا، علم و عمل کے باب میں سوال کرنے اور اس کے جواب دینے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی،

بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی علمی سوال کرے تو جواب سایل کی حیثیت اور اس کے استفادہ کے مطابق دینا چاہیئے۔ چنانچہ ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص نہایت قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ایک بزرگ کی خدمت میں آیا اور اُس نے سوال کیا مَا الزُّھْدُ (زہد کیا ہے؟) یہ شخص مال کی محبت رکھنے والا تھا، اُن بزرگ نے اس کے استفادہ کے مطابق یعنی جس سے اس کو دینی فائدہ پہونچے وہی جواب دیا اُنہوں نے کہا کہ تَرْکُ الْمَالِ مال کے ترک کرنے کا نام زہد ہے۔ جواب دینے والے کو چاہیئے کہ جواب سایل کی حیثیت اور اسکی سمجھ کے مطابق دے تاکہ وہ نفع اُٹھائے جیسا کہ حضور کی حدیث میں آیا ہے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِہِمْ (لوگوں سے ان کی عقل کی سطح کے مطابق بات کرو) اور اسی کو کسی بزرگ نے کہا ہے

قدر فہم مرد ماں گویم کلام　　تا تواند فہم کردن ایں تمام

(لوگوں کی سمجھ کے مطابق میں گفتگو کروں تاکہ لوگ میری گفتگو کو سمجھ سکیں۔)

اگر کوئی شخص کسی بزرگ سے سوال کرے اور وہ بزرگ اپنے مقام سے جواب دے تو ایسے جواب سے سایل کو کوئی فائدہ نہ پہونچے گا۔ جواب دینے والے کو چاہیئے کہ سایل کا بغور مطالعہ کرے کہ جس نے سوال کیا ہے

اس کو جواب دینے کی حاجت ہے بھی یا نہیں۔ اگر حاجت ہے تو لازم ہے کہ سایل کی سمجھ کے مطابق جواب دیا جائے اور اگر یہ دیکھیں کہ جس نے سوال کیا ہے اُس کے سوال کے جواب دینے میں اُسے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو ایسے سایل کا جواب نہ دے دوسری طرح سے ٹال دے، اس لئے کہ وہ فضولی ہے دین کا طالب نہیں ہے۔ دین کی طلب جو اُس پر فرض ہے اس کو اس نے ترک کیا ہے محض فضول یوں ہی پیش کیا ہے۔ روایت ہے کہ ایک اعرابی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ مِنْ غَرَائِبِ الْعُلُوْمِ (یا رسول اللہ مجکو نوادر علوم بتا یئے) رحمت عالمیاںؐ نے دیکھا کہ سوال اس نے اپنی حیثیت اور سمجھ کے مطابق نہیں کیا ہے (بلکہ یہ سوال اس کی سمجھ سے بالاتر ہے۔) اُس کو دوسری طرح سے جواب دیا اِسْتَعِدَّ الْمَوْتَ (موت کے لئے تیار رہ) بعد اس کے فرمایا کہ اِس زمانہ کے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر جو فرض و واجب و مستحب ہے اس کو ترک کرتے ہیں اور حج کو جاتے ہیں اس حال میں کہ شرایط حج ان پر موجود نہیں ہے، بہت ایسے ہیں جو بغیر اجازت ماں باپ کے سفر کی پریشانیاں اُٹھاتے ہیں اور ڈینگیں ہانکتے ہیں کہ میں نے یہ یہ

چیزیں دیکھی ہیں اور میں نے اتنے سفر کئے ہیں اور ایسے ایسے شیوخ سے ملا ہوں اور اتنی بڑی بڑی خانقاہوں میں گیا ہوں" اِس طرح کے تمام سفر حرام ہیں۔" پھر فرمایا کہ سفر چار ہے ان میں سے ایک سفر حج ہے جبکہ زاد و راحلہ اور دوسرے تمام شرائط حج موجود ہوں جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا (اور اللہ کے لئے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے جو عبودِ راہ کی استطاعت رکھتا ہو)، دوسرا سفر وہ سفر ہے جو روضہ منورہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے ہو، اور تیسرا سفر بیت المقدس کی زیارت کو جانا ہے، چوتھا سفر علم کی طلب کے لئے سفر اختیار کرنا ہے اگر اس شہر میں جہاں کہ وہ رہتا ہے علم حاصل نہیں ہوتا تو علم کی طلب کے لئے سفر کرے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ (علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد و عورت پر) اور دوسری حدیث میں آیا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ (علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو)۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ بعضے بزرگان جمعہ کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے اِس کا کیا سبب ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟ بندگی

مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ بعضے بزرگوں کو اپنی خلوت (گوشہ نشینی) میں ایک خاص وقت ہے (یعنی ان کا ایک خاص حال ہے) محافظت و رعایت اس وقت یا اس حال کی کرتے ہیں اور نہیں جانے سے اپنے عمل میں کوئی خلل نہیں پاتے، اس لئے یہ لوگ نفع اور نقصان کو دیکھتے ہیں، جس کام میں فائدہ دیکھتے اُسی کو اختیار کرتے ہیں۔ مسجد میں جانے کی وجہ سے بہت لوگوں سے ملنا جلنا پڑتا ہے اور اس ملنے جُلنے میں اُن کا وقت خراب ہوتا ہے مسجد جانے سے ان کے کام میں بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے اِسی سبب سے مسجد نہیں جاتے، لیکن یہ بات اس جماعت میں جس کو حاصل ہے اس کے لئے ہے، اگر ہر بوالہوس اور ناکارۂ روزگار جس کا نہ وہ حال ہے اور نہ وقت ہے وہ محض اپنی خواہش اور نفس کے سبب اُن کی اتباع کرنے لگے اور یہی دعویٰ کرے کہ ہمارا خاص حال اور وقت ہے تو فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (بیشک یہ گمراہ ہو گئے اور یہ بڑی دور تک جانے والی گمراہی ہے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض لوگ ضعیفی بڑھاپے کی وجہ سے نہ جاتے ہوں، کیونکہ ضعیفی عجز و مجبوری ہے اور مجبور و عاجز شرع میں معذور ہے اگرچہ وہ اس بات کی

قدرت رکھتے ہیں کہ ان کے ایک اشارہ پر اسپ رواں پیدا ہو جائے پھر بھی عجز ختم نہیں ہوتا اسی سبب سے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے ہیں' اور بعض بزرگوں کو استغراق حق حاصل ہوا ہے اور اس استغراق میں اپنا بہت بڑا فائدہ شمار کرتے ہیں۔ مسجد جانے میں اور وہاں جتنی دیر اُن کو لگے گی لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کے نزدیک ان کے استغراق میں نقصان ہے اور یہ حدیث احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے ہی لوگوں کے حق میں جلوہ فرما ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے مَنْ اَنَسَ بِاللّٰہِ تَوَحَّشَ عَنْ خَلْقِ اللّٰہِ (جسے اللہ سے اُنس حاصل ہو گیا اُسے لوگوں سے وحشت ہو گی)' لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو عارف جامع مسجد میں حاضر ہو کر فرائض وواجبات، سُنن و مستحبات بجالائے ایسے عارف کو کامل محفوظ کہیں گے کیونکہ طریقت پر شریعت کے موافق عمل پیرا ہے اور کوئی فرق اِن دونوں کے درمیان آنے نہیں دیتا۔ ایک عزیز نے عرض کی ڈولہ (ایسی سواری جس کو کہار یعنی آدمی اُٹھاتے ہیں) میں سوار ہو کر نماز نفل جائز ہے یا نہیں؟ بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ بہتر جانتا ہے بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہو گا

اگر حقیقت دابہ نہیں ہے لیکن وہ معنی جو دابہ (رینگنے والی سواری) میں ہے ڈولہ میں موجود ہے، پس نفل ادا کرنا کس سبب سے جائز ہوگا (یعنی جائز نہیں ہونا چاہیئے)۔ اِس کے بعد فرمایا کہ بزرگوں کی یہ روش ہے کہ اِختلافی مسئلہ میں جس قول پر مشقت زیادہ ہو اسی قول کو اختیار کرتے ہیں اور اسی پر نفس کو چلنے کا حکم دیتے ہیں، اِس لئے کہ اس سے نفس کشی ہوتی ہے۔ ہر عامی جو ان لوگوں کے قول کو اختیار کرتا ہے تم سمجھ لو کہ اس کے عمل میں بہت خلل ہے اِس لئے کہ اس کا نفس آسودگی اور آسانی چاہتا ہے اور نفس کی خواہش کے مطابق یعنی نفس کی راحت کے ساتھ ٹھیک عبادت نہیں ہوسکتی۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ جب سے یہ حدیث دیکھی ہے کہ صَاحِبُ الْقَمِیْصَیْنِ لَاحَلَاوَۃَ لِاِیْمَانِہٖ (دو قمیص والے کو ایمان میں کوئی حلاوت نہیں ملتی) میرے دِل میں ایک کھٹک ایک چبھن پیدا ہوگئی ہے کہ اس حدیث شریف سے کیا مراد ہے؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث شریف کی تاویل کی گئی ہے اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ صَاحِبُ الْقَمِیْصَیْنِ یعنی صَاحِبُ الْمَرْاَتَیْنِ لَاحَلَاوَۃَ لِاِیْمَانِہٖ (دو بیوی والا ایمان کی حلاوت محسوس نہیں کرتا) پھر فرمایا کہ

آدمی کو چاہیئے کہ زیادہ بیوی نہ کرے یعنی زیادہ عورت نہ رکھے اِس لئے کہ مرد کی زیادہ بیوی رکھنے سے بڑی فضیحت ہوتی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کَثْرَۃُ الْعَیَالِ قِلَّۃُ الْمَالِ فَضِیْحَۃُ الرِّجَالِ (عیال کی کثرت، مال کی قلت مردوں کی فضیحت کا سامان ہے) پھر دوبارہ بیان فرمایا کہ صَاحِبُ الْقَمِیْصَیْنِ لَاحَلَاوَۃَ لِاِیْمَانِہٖ حقیقت میں حدیث شریف کا یہ لفظ صَاحِبُ الْقَمِیْصَیْنِ خوب آیا ہے اِس لئے کہ جو شخص دو پیراہن یا دو کپڑے یا کُرتے رکھتا ہے اُس شخص کے مقابلہ میں جو کہ ایک کپڑا یا ایک کُرتہ رکھتا ہے تارک دنیا نہ ہوا۔ اور جو تارک دنیا نہ ہوا اس کو دین کی حلاوت کہاں میسر ہو! جو چیز کہ تجھے دوست سے دُور کرے بُری ہے اور جو دوست سے نزدیک کرے یعنی جو چیز قرب الٰہی کا سبب ہو وہ اچھی ہے اور فرض راہ ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے ٹھیک کہا ہے اور دوسرے بزرگ نے بھی خوب کہا ہے ؎

حُبِ دُنیا ترک کن اندر جہاں ناجمال اللہ را بینی عیاں

؎

درمیانِ ما و حق ایں است حجاب این بداں واللہ عالم بالصّواب

(تم دنیا میں دنیا کی محبت چھوڑ دو، ایسا کرنے سے اللہ کا جمال مشاہدہ کروگے، میرے اور اللہ کے بیچ یہی حجاب ہے اِس حقیقت کو یقین کر دیہی درست ہے)

نویں مجلس (۹)

چوتھی ماہ شوال روز جمعہ، جامع مسجد سے جہاں تمام مومنوں کا مجمع ہوتا ہے بہت بڑی جمعیت کے ساتھ اپنے مقام پر تشریف لائے، بندہ کو آستانہ علیہ دام عالیا کی خاکبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی میری تمنّا ہے کہ مخدوم جہاں کے غلاموں کے سلسلے میں منسلک ہوجاؤں، چند مرتبہ اُس نے التماس کی، اس کے بعد وہ شرف بعیت سے مشرف ہوا اور چوگوشیہ ٹوپی (طاقیہ چہار ترکی) عنایت ہوئی، اس وقت گفتگو سعادت وشقاوت (خوش قسمتی اور بدبختی) کے متعلق ہونے لگی، ایک عزیز نے عرض کی کہ ہر انسان کے اندر سعادت اور شقاوت رکھی گئی ہے؟ بندگی مخدوم جہاں شرفہ اللہ نے فرمایا کہ ہر شخص کے اندر جو سعادت و نیک بختی رکھی ہے وہ ماں کے شکم ہی میں رکھی ہے جب تک کہ وہ اس سعادت کو نہیں پاتا اُس کو آرام و قرار نہیں ہوتا، اور جس کی قسمت میں شقاوت بدبختی اور رنج رکھا ہے ماں کے پیٹ ہی میں رکھا ہے۔ یہ

بدبختی علما کے علم اور حکما کے علاج سے کب دُور ہو سکتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ وَالشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ (نیک بخت وہ شخص ہے جو اپنی ماں کے پیٹ ہی میں نیک بخت قرار دیا گیا اور بدبخت وہ ہے جو اپنی ماں کے شکم ہی میں بدبخت قرار دیا گیا) ؎

من در پئے صبحِ طرب و دل عاشقِ شبہائے غم　　بدروز مادر زاد را من از کجا مقبل کنم

(میں صبح مسرت کی دُھن میں ہوں اور دِل شبہائے غم کا عاشق ہے، پھر ازلی بدبخت کو میں کیسے مقبول بارگاہ بناؤں)۔ یہ اللہ تعالےٰ کی مصلحت ہے جو کسی کو سعادت اور کسی کو شقاوت کے لئے مخصوص کر لیا ہے جیسا کہ اُس کا فرمان ہے نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَکُمْ (ہم نے قسمت کی ہے تمہارے درمیان) جس کو سعادت کے لئے منتخب فرمایا ہے جتنی سعادت اُس کی قسمت میں رکھی ہے وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کے دل میں گھر کر لیتی ہے اس سے ہر اقوال و افعال نیک سرزد ہوتی ہیں اور تمام بُرائیاں بالکلیۃ دُور ہو جاتی ہیں وہ اپنی خوش بختی کی داد دیتا ہے ؎

شراب ہوا و خدا مر ترا و سرکہ مرا　　چو قسمت است چہ جنگ است مر مرا و ترا

(قسّام ازل نے تیری قسمت میں شربت اور میرے لئے سرکہ رکھا ہے، جب یہ مقرر ہے تو میرا تیرا کیا جھگڑا) پھر فرمائے کہ ایسا بھی ہے کہ بعض آدمی گرچہ بہت زیادہ گنہگار رہے اور اپنے کو شقی و بدنصیب جانتا ہے، یہ جان کر شہسوار کے زین کے تسمہ میں لٹک جاتا ہے تاکہ منزلِ مقصود کو پہونچ جائے (یعنی وہ کسی بزرگ کے قدموں میں اپنے کو ڈال دیتا ہے تاکہ وہ مقبول بن جائے اور مقصود کو پالے) اِسی معنیٰ کو کہا ہے ؎

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

بیچاری چیونٹی کو یہ ہوس کہ کسی طرح کعبہ پہونچے آخر اُسے ایک ترکیب سوجھی حرم کے کبوتر کے پاؤں میں لپٹ گئی اور یکایک پہونچ گئی) پھر فرمایا بندہ کی یہ سعادت و شقاوت منجانب اللہ ازلی ہے، اور یہ کسی کو یقینی طور پر معلوم نہیں ہے کہ سعید کون ہے اور شقی کون ہے، لیکن اسباب و علل سے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ یہ سعید ہے اور یہ شقی ہے، طاعت و عبادت کی بجا آوری دلیل سعادت ہے اور ابتلائے گناہ و مخالفت شرع دلیلِ شقاوت ہے۔

بعد اس کے فرمائے کہ ایسے لوگ بہت ہیں جو مکہ میں سکونت پذیر ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی بھی خانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا اور نہ کبھی کسی سال

حج کیا ہے چونکہ یہ دولت یہ سعادت اُن کے نصیب میں نہ تھی اس کی طرف سے غافل ہیں، یہ کعبہ کی قدر و منزلت کیا جانیں ؎

تو ہمیں جا و ماز تو غافل　　　مکیاں قدر کعبہ چہ دانند

(تو ہمارے قریب ہے اور ہم تجھ سے غافل ہیں' سچ ہے مکّہ والے کعبہ کی قدر کیا جانیں) بہت سارے لوگ تمام دنیا سے کعبہ کے اشتیاق میں روانہ ہوتے ہیں' بعض پہونچ جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ راہ میں سر ڈالے ہوئے ہیں جو نہیں پہونچ سکے اور راہ میں پڑے ہوئے ہیں ہر سال ان کے نامۂ اعمال میں ایک حج لکھا جاتا ہے ؎

درپذیر لے کعبہ چوں مردم براہ　　　گرنہ کردم حج رہے بیہودہ ام

(اے کعبہ مجکو بھی ان لوگوں کی طرح جو راہ میں ہیں شرف قبولیت عطا فرما گرچہ میں نے حج نہیں کیا ہے لیکن اس راہ میں چلا تو ہوں)۔ پھر فرمایا کہ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں چار سو منافق تھے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بہت سارے کام کرنے میں اُن لوگوں کی وجہ سے دشواری ہوتی تھی۔ ان لوگوں کا پاک دل اس سبب سے بہت مضطرب اور پریشان رہتا تھا۔ جب صحابہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو

آشکارا فرمانے کے لئے جنگ کو نکلتے تھے تاکہ کفار سے لڑیں یہ منافق قبل اس کے ان کافروں کو یہاں کی خبر پہونچا دیتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ حال دیکھا تو جب ان کو غزوہ (جنگ) کے لئے پچھم کی طرف جانا ہوتا تو وہ پورب کا رُخ کرتے۔ چند منزل پورب چل کر پچھم کی طرف لوٹتے۔ اِس طریقہ کار سے منافقین حیران رہ جاتے اور صحیح خبر نہیں پہونچا سکتے، بادشاہوں کے لئے یہ جنگی چال سنت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہے جس کام کو کرنے کا ارادہ فرماتے یہ بدقسمت منافقین اس میں نقصان پہونچانے کی کوشش کرتے اور اُسے بگاڑ دیتے۔ صحابہؓ اپنے کاموں کو کافروں سے نہیں چھپا سکتے تھے، اس لئے کہ یہ لوگ ظاہری طور پر نماز جماعت سے پڑھتے، روزہ رکھتے اور ہر ایک یہی کہتا اَنَا مُؤمِنٌ مُخْلِصٌ ہم مخلص مومن ہیں اور قرآن مجید ان لوگوں کے متعلق یہ خبر دیتا ہے وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ط

(جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم نے ایمان لایا ہے یعنی ہم مومن ہیں اور جب ملتے ہیں شیاطین سردار سے تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں

ہم تو مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے ہیں یعنی اُن کو بے وقوف بناتے ہیں)۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے قرآن مجید میں سخت وعید آئی ہے اور زبان مبارک سے یہ آیت تلاوت فرمائی قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ بیشک منافقین آگ کے نچلے درجہ میں ہوں گے)۔ ایک دوسرے عزیز نے عرض کی کہ جس طرح آدمیوں میں کوئی سعید کوئی شقی ہے کیا اسی طرح سعادت وشقاوت زمین سے بھی متعلق ہے؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ ہاں زمین بھی سعادت وشقاوت رکھتی ہے، جہاں کی زمین ہری بھری کھیتی اور درختان میوہ دار سرسبز وشاداب ہے یہ اس زمین کی سعادت کا ثمرہ ہے اور جس زمین میں کہ ریہہ پھوٹی ہے یعنی بنجر اور شور ہے جس سے کوئی پیداوار نہیں ہوتی، یہ اثر اس زمین کی شقاوت کا ہے۔ سعادت وشقاوت تمامی مخلوقات سے وابستہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس کو خدائے تعالیٰ نے سعید بنایا ہے وہ شیطان کے پھندے میں پڑ کر ہرگز شقی نہیں ہوسکتا اور جس کو خدائے تعالیٰ نے شقی بنایا ہے وہ انبیاء واولیاءؑ کی کوشش سے بھی ہرگز سعید نہیں ہوسکتا ہے

مصطفیٰ را بود میل و عشق آں | تا ابو طالب شود از مومناں
بارہا مشغول شد اندر دعا | کہ ورا ایماں بہ بخشائے خدا
چوں دعا از حد شد آمد جبرئیل | در زماں پیغام آمد از خلیل
گفت ما خواہیم کو کافر بود | تو چناں خواہی کہ او مومن شود
خواست ما خواہد شدن اے مصطفیٰ | نہ کہ خواست اے مصطفیٰ او مجتبیٰ
او شقی است لا جرم کافر بود | چوں سعادت نیست کے مومن شود

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی اور آپ کو اس بات کا شغف تھا کہ ابو طالب مومنوں میں سے ہوتے، آپ بارہا دعا میں مشغول ہوتے کہ اے خدا انہیں ایمان عطا فرما، جب آپ کی دعا حد سے زیادہ ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور دوست کی جانب سے یہ پیغام لائے کہ اللہ فرماتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ وہ کافر رہے اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ مومن ہو جائیں۔ اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنی خواہش کے مقابلہ میں میری خواہش کا پاس ہونا چاہیئے، وہ شقی ہیں نتیجتاً کافر جائیں گے، جب سعادت اُن کے حصّہ میں نہیں تو مومن کیسے ہو سکتے ہیں)

دسویں مجلس (۱۰) جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ روز پنجشنبہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔

ایک عزیز نے عرض کی کہ آج جمادی الاخری کی آخری تاریخ پنجشنبہ کا دن ہے آج کے دن روزہ رکھیں اور رات کو نماز لیلۃ الرغایب پڑھیں یا نہیں؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ کتاب میں اِس طرح لکھا ہے کہ ماہ رجب کے پہلے پنجشنبہ کو روزہ رکھے اور ماہ رجب کے پہلے شب جمعہ کو نماز لیلۃ الرغایب ادا کرے۔ آج کا دن رجب کا پہلا پنجشنبہ نہیں، لہٰذا روزہ نہیں اور ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات نہیں، نماز رجب کے اول شب جمعہ کو ہے، مگر نماز پڑھ لینی چاہیئے اور روزہ آئندہ پنجشنبہ کو رکھنا چاہیئے احتیاطاً آئندہ شب جمعہ میں بھی لیلۃ الرغایب جماعت کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ مولٰنا زاہد نے عرض کی تمام مہینے اور تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں ایک کو دوسرے پر فضیلت کیوں ہے؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے کہ سب دن اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، لیکن ہر چیز کے لئے مراتب مقرر فرمائے ہیں تاکہ اس کے بندوں کے لئے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔ اسی طرح آدمیوں میں بھی مراتب مقرر فرمائے ہیں، بعض کو پیغامبر بعض کو ولی بعض کو عالم بنایا، پھر پیغامبروں کے درمیان بھی درجے اور مرتبے

قایم کئے، بعض کو نبی بعض کو مرسل، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (یہ سب رسول ایسے ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض
پر فضیلت دی، ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے کلام کیا، اور بلند کیا
اللہ نے ان میں سے بعض کے درجات کو)۔ کوئی پیغامبر علیہ ہمارے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو نہ پہونچے اور جس مقام پر ہمارے رسول
پہونچے ہوئے تھے اس مقام کی نہ تو کسی نبی کو نہ کسی فرشتے کو اس کی
اطلاع تھی، جیساکہ خود اپنے اس مرتبہ کی حضور نے خبر دی ہے
لِي مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ
(مجھے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے کہ نہیں سماتے ہیں اس میں مقرب
فرشتے اور نہ کوئی نبی مرسل)۔ اسی طرح ولیوں کے لئے بھی مرتبے قائم
ہیں، بعض کو کامل مقتدا بعض کو عاشق بعض کو کامل محفوظ بعض کو مجانین اور
اسی طرح زمین میں بھی درجے رکھے ہیں۔ ایک زمین کو کعبہ بنادیا دوسری
زمین کو صومعہ (گرجا) کردیا، کعبہ کی زمین کا جو رتبہ ہے وہ دوسری
زمین کہاں سے لاسکتی ہے یا کہاں پاسکتی ہے۔ دوسری ساری چیزوں کو

اسی پر قیاس کیا جائے۔ خداوند تعالیٰ نے ساری چیزوں کے لئے مراتب مقرر فرمائے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو ساری کائنات برابر ہو جاتی اور یہ بات حکمت کے خلاف تھی اسکی سلطنت کی زینت تمام چیزوں کے مراتب اور درجے کے فرق ہی سے ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ یہ شاہان دنیا بھی ہر شخص کے لئے مراتب درجے مقرر کرتے ہیں' ایک کو وزیر وندیم بناتے ہیں تو دوسرے کو خان وملک کا خطاب دیتے ہیں' ایک کو درجہ تقرب عنایت کرتے ہیں' ایک کو اپنے پاس سے ہٹنے نہیں دیتے اور دوسرے کو اپنے سامنے آنے نہیں دیتے' ایک پر عتاب کرتے ہیں اور جاگیر ضبط کر کے قید خانہ میں ڈال دیتے ہیں اور دوسرے پر عنایت فرماتے ہیں تو اوپر کھینچ لیتے ہیں جاگیرات عنایت کرتے ہیں' جب بادشاہان دنیا درجے اور مرتبے کا فرق کرتے ہیں تو بادشاہ تعالیٰ کی سلطنت کی زینت مخلوقات میں فرق مراتب سے بدرجۂ اولیٰ ہونی چاہیئے۔ اس بادشاہ مطلق نے جو اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں' اس میں ہر ایک کے لئے مراتب ہیں اگر ذرا بھی اس میں کمی ہو تو اُس کی سلطنت کا یہ نقص ہوگا اور اُس کی مملکت کی زیبائش میں

کمی آجائے گی وہ دانا اور حکیم ہے جو کام کرتا ہے وہ کابل ہوتا ہے
اُس میں ذرا نقص نہیں، مثلاً اگر کسی شہر میں نداف (روئی دُھننے والا)
ایک بھی نہ ہو تو اُس ملک میں کمی رہ جائے گی اور ملک وسلطنت کی
خوبصورتی جاتی رہے گی، کیونکہ لوگ ننگے رہیں گے۔ پھر فرمایا کہ بادشاہوں
کے لئے احسان وبخل دونوں چیزیں ضروری ہیں، اس کو چاہیئے کہ اگر وہ
جلال کرے تو شفقت بھی کرے اور اگر ستم کرے تو بخشش بھی کرے
ان تمام صفتوں کے ساتھ موصوف ہو، کیونکہ اس کے ملک کی بقا اور
زینت انہیں باتوں سے ہے۔ یہاں پر ایک حکایت بیان فرمائی
کہ کچھ دن قبل سُنار گاؤں میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام شمس الدین
قدیم تھا، ارسلان خاں نامی اُس کا ایک وزیر تھا۔ ایک دن اس وزیر
کو بادشاہ نے طلب کیا۔ اس نے کہا کہ ایک بات میں تم سے پوچھتا
ہوں، اگر ٹھیک ٹھیک جواب دو تو پوچھوں، وزیر نے کہا جو صحیح جواب
ہوگا عرض کروں گا۔ سلطان نے کہا کہ میرے دو بیٹے ہیں ایک حاتم خاں
جو شہر بہار میں رہے دوسرا بہادر شاہ جو کامرو میں ہے، بتلاؤ کہ اِن
دونوں میں بادشاہی کے لایق کون ہے؟ وزیر نے کہا کہ فرمان یہ ہوا

ہے کہ ٹھیک ٹھیک جواب دو' اِس لئے جو حق بات ہے وہی عرض کرتا ہوں۔" بادشاہی کے لائق اِن دونوں میں سے کوئی بھی نہیں۔" بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ وزیر سے کہا کہ اِس کا سبب کیا ہے کہ اِن دونوں میں سے کوئی بھی بادشاہی کے لائق نہیں؟ وزیر نے کہا کہ حاتم خاں میں حلم و رحم و کرم ہے، بہادر شاہ میں قہر و جبر و غیرت ہے'
نہ اس میں قہر ہے نہ اس میں حِلم ہے' نہ اس میں جبر ہے نہ اس میں کرم ہے نہ وہ غیور ہے نہ یہ رحیم ہے لہٰذا دونوں ناقص ہیں اِسی سبب سے بادشاہی کے لائق نہیں ہیں۔ اِس کے بعد فرمایا کہ جو وزیر نے کہا تھا وہی دیکھنے میں آیا کہ جب سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا بہادر شاہ کامرد کا بادشاہ بنا اور حاتم خاں کو بہار کی سلطانی مِل گئی۔ اس نے بہ سبب اپنی حلیمی اور رحیمی کے ملک کو برباد کر دیا' اور یہ اپنی قہاری و جباری کے سبب بادشاہی سے ہٹا دیا گیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بادشاہی کے لئے دونوں طرح کی باتیں ضروری ہیں تاکہ ملک برقرار رہے اور بادشاہت کی زینت ظاہر ہو۔ پھر مولانا زاہد مذکور نے عرض کی کہ اگر اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی ایک چیز معدوم ہو جائے تو اُس کی خدائی میں نقص ہوگا

یا نہیں ؟ فرمایا کہ مخلوق کے معدوم ہونے سے خداوند عزّ وجلّ کی ذات وصفات میں کوئی نقصان جائز نہیں۔ اگر وہ اس عالم کے علاوہ سو ہزار دوسرے عالم پیدا کرے تو کوئی زیادتی اُس کی ذات وصفات میں نہیں ہوگی اور اگر ان سب کو معدوم و ملیامیٹ کردے تو کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی، اِس لئے کہ تغیر و تبدل محدثات (مخلوقات) میں جائز ہے۔ خداوند تعالیٰ قدیم ہے، تبدیل و تغیر اس کے لئے جائز نہیں لیکن مخلوق کے معدوم ہوجانے سے نظام مملکت میں نقصان ہوگا (کمی ہوگی) جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ عاشقان و محبّان حق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی لطف و کرم ہوتا ہے کبھی اُس کے قہر کی لو چلتی رہتی ہے۔ یہ لوگ چونکہ دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں، اس لئے مثل شہد و شکر کے مزے لیکر پی لیتے ہیں۔ اگر اِس کو غیر کی طرف منسوب کریں تو موحدوں کی طرح اِس بلا کے گھونٹ میں ان کو ذوق و لطف نہ آئے۔ پھر مولینا زاہد نے عرض کی کہ ایک شخص جو حق کا طالب ہے اور چاہتا ہے کہ مطلوب و مقصود حاصل ہو تو یہ بات کیونکر درست ہوگی اِس لئے کہ وہ قدیم ہے اور یہ

محدث، وہ خالق ہے یہ مخلوق وہ غنی ہے اور یہ گدا؟ فرمائے کہ بات ٹھیک ہے، لیکن یہ بات بھی اُسی کی جانب سے ہے، مثال اُس کی یوں ہے کہ جس طرح کتے کی یہ حیثیت نہیں کہ وہ بادشاہوں کی مجلس میں جائے اور بیٹھے مگر بادشاہان جب خود یہ چاہیں کہ کتا میری مجلس میں آئے اور اُس کو اپنے سامنے بٹھائیں، تو کتے کا بادشاہوں کی مجلس میں جانا کتے کی جانب سے نہیں ہے۔

اِس کے بعد روح کے متعلق باتیں ہونے لگیں، ایک عزیز نے عرض کی آدمی جب سو جاتا ہے تو روح نکل جاتی ہے یا نہیں؟ بندگی مخدوم جہانیاں شرفہ اللہ نے فرمایا کہ روح کا نکلنا دو طرح پر ہے، ایک کُلی اور دوسرا جزوی، کُلی وہ ہے کہ مطلقاً رُوح جسم سے نکل جائے اور پھر زندہ نہیں ہو، اور جزوی یہ ہے کہ آدمی خواب میں ہو پھر اُس کو جب جگائیں تو وہ جاگ جائے، لیکن خواب میں حرکات وسکنات سے سکون رہتا ہے۔ اگر سونے والے کے سامنے بات کی جائے تو وہ نہیں سنتا ہے، اِسی سبب سے اس کو موت جزوی کہتے ہیں اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی طرف اشارہ ہے اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْت

(نیند موت کا بھائی ہے)۔ پھر ایک عزیز نے عرض کی کہ رُوح کی پوری ماہیت حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف تھی یا نہیں؟ بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ جانتے تھے لیکن حکم اسی قدر تھا کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی (کہئے کہ رُوح اللہ کا ایک حکم ہے)' بعد اس کے فرمایا کہ واللہ اعلم، شاید ایسا ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں آیا ہو کہ روح کو کچھ بیان کروں اللہ کی طرف سے دوسری آیت پہونچی وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً (اور نہیں دیا گیا تمہیں علم مگر تھوڑا) بزرگان طریقت کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کے بعض بندوں کو رُوح کی ماہیت کا علم ہے، اگر رسول علیہ السّلام روح کی ماہیت سے جیسی کہ وہ ہے آگاہ ہوئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ پیغمبر علیہ السّلام اپنی دعاؤں میں یہ پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ (اے اللہ ہم کو دکھلا تمام اشیا جیسی کہ وہ ہیں) یعنی ہم کو تمام چیزوں کی حقیقت سے کما حقہٗ آگاہ فرما" آپ صلعم کی دُعا مقبول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغامبر علیہ السّلام جیسا کہ رُوح کی شناخت کا حق ہے جانتے تھے، لیکن حکم بیان فرمانے کا

نہ تھا مگر اتنا جتنا کہ کہا قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ بعض بزرگوں نے روح کو جسم کہا ہے ایسا لطیف جسم جو انتہائی لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتا، اور فرشتوں کے لئے بھی جسم کہتے ہیں انتہائی لطافت جو اِن میں ہے اُس کے سبب پلک مارتے ہی آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر آجاتے ہیں، لیکن فرشتوں کو حرکت کرنے کی ضرورت ہے اور روح کو حرکت کرنے کی ضرورت نہیں تو روح فرشتوں سے اتنا زیادہ لطیف ہے اور بعضوں نے روح کو جوہر لطیف کہا ہے۔

ایک عزیز نے پوچھا کہ اس شعر کے معنی سمجھ میں نہ آئے ؎

خوبرویاں ہر زماں اِسلام غارت میکنند
کافرم گر ہیچ خوبے رامسلماں دیدہ ام

(حسین چہرے والے ہر گھڑی اسلام غارت کرتے ہیں، جب میں نے کسی بھی صاحبِ جمال کو مسلمان دیکھا ہے تو کافر ہوا ہوں) بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا ایسی باتوں پر دھیان نہ دینا چاہئے کہ دیوانوں کی باتیں ہوشیاروں کے لئے ٹھیک نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دیوانہ ایک خاص حالت اور خاص وقت میں اپنی دیوانگی کے رو سے بات بولتا ہے، وہ بات عاقلوں کے

نزدیک خطا ہوتی ہے، لیکن خدا کے نزدیک وہی بات مقبول ہے۔
بعد اس کے فرمائے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خشک سالی ہوئی بارش بند ہوگئی، کئی مرتبہ خلق دعا کے لئے میدان میں آئی لیکن پانی نہ برسا، لوگ بہت پریشان ہوئے، تمام خلق جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ اِس زمانہ میں آپ سے بڑا کون بزرگ ہے اللہ کے حضور میں دعا کیجئے تاکہ پانی برسے، جناب موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ (جس وقت موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی چاہا) فرمان آیا کہ شہر میں جاؤ برخ نامی ایک مرد دیوانہ ہے اگر وہ دعا کرے گا تو پانی برسیگا جناب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اِس حکم کے مطابق شہر میں آکر اس کی تلاش شروع کردی الغرض برخ مل گئے، کہا کہ پانی برسنے کے لئے دعا کرو برخ نے جواب دیا کہ آپ میرے پیغمبر ہیں، آپ کی موجودگی میں مَیں دعا نہیں کرسکتا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ اگر برخ دعا کرے تو پانی بھیجتا ہوں، برخ اُٹھے اور آسمان کی طرف رخ کرکے کہا کہ مِمَّنْ عَلِمْتَ هٰذَا الْبُخْلَ

(یہ بحالت تو نے کہاں سیکھی) ابھی یہ بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ اتنا پانی برسا کہ خلق سیراب ہوگئی۔ دوسرے دن جب موسیٰ علیہ السلام کی جساخ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ آپ نے دیکھا کل ہم نے اس سے کیا کچھ کہا سے

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطا است　　ہر چہ میگوید بگستاخی روا است

خیر و شر چوں جملہ زانجا می رود　　گفتۂ دیوانہ زیبا می رود

(بیشک دیوانوں کی دیوانگی خطا ہے، لیکن جو بھی وہ شوخی سے کہے سب روا ہے، یہاں خیر و شر سب مٹ جاتا ہے اور ان کی باتیں پسندیدہ ہو جاتی ہیں)

اِسی معنی کی ایک دوسری ملامت آمیز حکایت بیان فرمائی کہ شہر روم میں عبداللہ اسحاق نامی ایک درویش صاحب سجّادہ تھے. مریدان و متوسلین آپ کے بہت تھے، ایک رات ان کے دل میں ایک ولولہ پیدا، خانقاہ سے باہر آئے اور بت خانہ میں داخل ہوگئے، زنّار باندھ لیا، مریدوں و متوسلوں نے جب یہ حال دیکھا تقریباً سب کے سب اُن کو چھوڑ کر علٰحدہ ہوگئے معدودۂ چند رہ گئے، چند دن کے بعد اُن کے مریدوں میں سے ایک مرید نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خواب میں زیارت کی، دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے میں حضورؐ
داخل ہوئے اور بہت تیزی سے تشریف لے جارہے ہیں۔ شیخ کے
اس مرید نے حضورؐ کے سامنے آکر عرض کی یا رسول اللہؐ اس رات میں
اتنی تیزی کے ساتھ حضورؐ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا شیخ عبداللہ اسحاق خدائے تعالیٰ سے
خفا ہوگئے ہیں صلح کرانے (معافی دلانے) کے لئے جا رہا ہوں، وہ مرید
غایت خوشی میں بیدار ہوئے، فرحاں وشاداں اُس بت خانہ کی طرف
دوڑے، کیا دیکھتے ہیں کہ شیخ عبداللہ اسحاق زنار کو توڑ کر اپنے سے
دُور پھینکے ہوئے ہیں اور سر سجدہ میں رکھے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے ہیں ۵

توبہ کردم توبہ کردم توبہ ہا ۔۔۔ آشتی کن آشتی کن آشتی

(توبہ کرتا ہوں میں، توبہ اے خدا ۔۔۔ صُلح کرلے، رحم فرما، بخش دے)

ع۵ دینی و دنیاوی تمام حاجتوں کے لئے یہ عمل نہایت مجرب اور پُر تاثیر ہے،
بزرگوں سے منقول ہے کہ جس شخص کو دینی یا دنیاوی کوئی حاجت در پیش ہو اور اس کے
حل کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو یہ عمل کرے، انشاء اللہ اس کی وہ مہم سر ہو جائیگی،
صبح کو چاشت کے وقت غسل کرے کسی سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵ میں ملاحظہ ہو)

گیارہویں مجلس (۱۱)

چوتھی ماہ رجب روز یکشنبہ، آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔

بندہ نے عرض کی کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں آیا ہے کہ نَصِیْبُ اُمَّتِیْ مِنْ نَارِ جَھَنَّمَ کَنَصِیْبِ خَلِیْلِ مِنْ نَارِ نَمْرُوْد (دوزخ کی آگ سے میری امت کا نصیبہ ہے جس طرح نمرود کی آگ سے خلیل کا نصیب) قیامت کے دن گنہگار اُمت کو گناہ سے پاک وصاف کرنے کے لئے دوزخ کا عذاب دیں گے جب کہ یہ عذاب دیتے ہیں تو کنصیب خلیل من نار کیونکر ہوا؟ مخدوم جہاں شرفہ اللہ نے فرمایا بیشک قیامت کے دن گنہگار مومن کو عذاب اِس لئے دیں گے تاکہ وہ گناہ سے پاک وصاف ہو جائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو نمرود کی

(صفحہ ۴۷ کا بقیہ حاشیہ) کوئی بات نہ کرے دو رکعت نماز بہ نیت قضائے حاجت ادا کرے، بعد ادائے نماز یوں دعا کرے ۔ الٰہی بحرمت آں ساعت کہ با ابو اسحاق نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ آشتی کردی، با من آشتی کن و فلاں حاجت مرا روا گردان، انشاء اللہ اس کی وہ حاجت پوری ہوگی، دعا کرنے کے اوّل و آخر تین تین بار درود شریف پڑھ لیا کرے۔ (مترجم)

آگ سے بند وغیرہ کشادہ ہونا نصیب ہوا ہے بعینہٖ مومن عاصی کا نصیب گناہوں کی آلودگی کا دور ہونا ہے اور یہ آلودگی بمنزلہ بند کے بے بہشت میں داخل ہونے کے لئے یہ رکاوٹ ہے جیسا کہ مومن کا یہ عذاب عذاب فضلی ہے نہ عذاب قہری اور جہاں اُس کا فضل کارفرما ہو وہاں معصیت و عذاب کیا کرے گا اِس امت کو اُمت فضلی کہتے ہیں، خدائے تعالیٰ کا بے انتہا فضل اِس امت کے حال پر ہے۔ یہ فضل کسی اگلی اُمت کے ساتھ نہ تھا جس طرح کہ اگلے پیغمبران علیہم السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی بعض مسلمان ہوئے اور بعضے کفر پر رہے جو مسلمان ہوئے ایسا ہوا کہ اپنے پیغمبرؑ کی رحلت کے بعد اِسلام سے برگشتہ ہو گئے اور پھر انہوں نے کفر اختیار کر لیا، اِس سے معلوم ہوا کہ اگلے پیغمبروں کی امت میں اس طرح کا فضل نہ تھا جو اس امت کو ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ جس دم ہمارے رسول علیہ السلام پر وحی آئی اور فرمان ہوا کہ خلق کو اِسلام کی دعوت دیجئے، آپ کی دعوت پر گروہ در گروہ لوگ حلقہ بگوش اسلام اور مسلمان ہوئے۔ جو مسلمان ہوئے گرچہ قریب سات سو سال کا عرصہ گذر رہا ہے اور ہمارے پیغامبر علیہ السلام

جا چکے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں اور اسی طرح قیامت تک اسلام ہر روز زیادتی اختیار کرتا رہیگا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چند ہزار نفر سے زیادہ لوگ اسلام نہ لائے تھے اور آج دین محمدیؐ مشرق سے غرب تک پھیلا ہوا ہے اور یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے، زہے نصیب کتنا بڑا فضل امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے دوسرے فضل سے اس اُمت کو یوں نوازا کہ قلم کو حکم ہوا کہ لکھ قوم نوح فلاں فلاں گناہ کرے گی اور ہم اس کے ساتھ یوں عذاب کریں گے، موسیٰ کی قوم اِس اِس طرح کی نافرمانی کریگی اور ہم اس کے بدلے اِس اس طرح کا عذاب کریں گے، قوم لوط وہ کرے گی ہم اس کے عوض یہ کریں گے۔ اِسی طرح تمام پیغمبروں کی امت کے قول وفعل اور اُس کی جزا وسزا لکھوا دی گئی۔ جب نام نامی خاتم النبین سید المرسلین صلعم آیا حکم ہوا لکھ کہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا گناہ کرے گی (یعنی وہ سب گناہ کرے گی) جتنا کہ تمام اگلی امتوں نے کئے ہیں، قلم جب اس حرف پر پہونچا

رُک گیا کہ دیکھیں ایسی گنہگار اُمت کی سزا کا کیا حکم ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ اُمَّةٌ مُذْنِبَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ (یہ اُمت گنہگار ہے اور رب بخشنے والا ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط (بیشک اللہ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے)' اِس کے بعد فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج ادا فرمایا اس حج کو حج الوداع کہتے ہیں اور دو تین عمرہ کیا' بعد اس کے مناجات و دُعا کے لئے عرفات کی پہاڑی پر تشریف لے گئے اور مناجات فرمائی' فرمان آیا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گنہگار امت کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے عفو و بخشائش طلب کیجئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ عرض کی الٰہی! میری گنہگار و بدکردار امت کو بخش دے' فرمان آیا کہ میرا جو گناہ اُنہوں نے کیا ہے یا میرا جو حق اُن پر تھا وہ سب ہم نے بخش دیا' پھر رسول علیہ السلام نے مناجات کی خدایا حق العباد یعنی اپنے بندوں کے حق کو بھی تو بخش سکتا ہے دعویداران و حق داروں کی جو حق تلفی اُن سے ہوئی ہے' جس کو یہ

پوراز کر سکے اپنے خزانۂ رحمت سے اس کی تلافی فرما کر انہیں تو خوشنود فرما سکتا ہے اور حق العباد کو بھی تو بخش سکتا ہے، فرمان ہوا اسے بھی بخش دیا۔ اس اُمت کے حق میں یہ بھی ایک خاص فضل ہے حِکَایَۃً عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ ھَلْ مِنْ سَایِلٍ فَیُعْطٰی لَہٗ ھَلْ مِنْ دَاعٍ فَیُسْتَجَابُ لَہٗ ھَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَیُغْفِرُ لَہٗ یعنی خداوند عزّوجلّ فرماتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا تاکہ اس کی مانگ میں پوری کروں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا بندہ تاکہ اس کے گناہ میں معاف کروں، ہے کوئی چاہنے والا تاکہ میں قبول کروں۔ میرے کرم کی کوئی حد نہیں میرا کرم فراواں ہے، جو مانگے وہ میں دیتا ہوں، اگر نہ مانگے تو ہم تقاضہ کرتے ہیں کہ مانگ ہم دیتے ہیں، اگر اس میں بھی کاہلی کرے تو میں بلا طلب دیتا ہوں اور مالا مال کر دیتا ہوں، جیسا کہ کہا ہے

آنکہ ناخواستہ عطا بخشد   گر تو خواہش کنی چہا بخشد

بادشاہ ست او اگر خواہد   ہر دو عالم بیک گدا بخشد

(جب کہ وہ بے طلب دیتا ہے اگر تو مانگے تو کیا کچھ وہ نہ دے گا؟ وہ بادشاہ ہے اور وہ چاہے تو دونوں جہان ایک فقیر کو بخش دے۔)

بعد اس کے فرمائے کہ ایک دن رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیۃ کریمہ لائے قال اللہ تعالیٰ.... وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ آپ کو عنقریب دے گا آپ کا پروردگار یہاں آپ راضی (خوش) ہو جائیں گے) جب حضورؐ نے یہ خوش خبری سنی نہایت فرحت حضورؐ کو ہوئی اور بے انتہا خوش ہوئے۔ فرمائے کہ جب تک میری گنہگار امت میں سے ایک بھی دوزخ میں رہے گا' میں خوش نہ ہوں گا، پھر بندگی مخدوم جہاں شرفہ اللہ نے فرمایا پورے قرآن میں جس قدر وعدے (نوید خوش خبری) مومنوں کے حق میں ہیں' اس میں کوئی قید نہیں بلکہ مطلق ہے' اور پورے قرآن میں جتنی وعیدیں (احکام عذاب) گنہگار مومنوں کے حق میں ہیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کی منشا کے ساتھ مقید ہیں' مطلق نہیں (یعنی اگر وہ چاہے تو سب بخش دے ایسا نہیں ہے، کہ یہ وعید ضرور پوری ہو کر رہے گی' اور یہ عذاب ضرور بھگتنا ہوگا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

(جس کو چاہتا ہے اللہ ہدایت دیتا ہے اپنے نور سے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جو چاہتا ہے وہ دیدیتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے) جب اس کی منشا کے ساتھ مقید ہیں، اگر چاہے تو بخشدے یا چاہے تو عذاب کرے اِسی خوف سے کمر ٹوٹ جاتی ہے، لیکن ہر حال میں اس کی بارگاہ سے ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَقنطوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰه (اللہ کی رحمت سے نااُمید مت ہو) ؎

گنہگارم گنہگارم گنہہ بے انتہا دارم
ولے لاتقنطوا گفت ست بداں امیدہا دارم

(بُرا ہوں بدکار ہوں بے انتہا گنہگار ہوں، لیکن اُس نے لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰه فرمایا ہے لہٰذا اُس کے عفو و کرم کا اُمیدوار ہوں)۔

بعد اِس کے فرمایا ایک دن ایک اعرابی حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کی یا رسول اللہ کل قیامت کے دن خدائے تعالیٰ بندوں کے حساب کے لئے کسے حکم دے گا؟ رسول علیہ السّلام خاموش ہو گئے۔ فرمان آیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدیجئے کہ اللہ خود اپنے بندوں کا حساب کرے گا کِسی دوسرے کو حساب

کرنے کا حکم نہ ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں آیا
کہ میری امت گنہگار ہے، اگر میری امت کا حساب میرے حوالہ ہوتا تو
بہتر تھا تاکہ اُن کا حساب ہم کرتے اور میرے سوا اُن کے گناہوں کی
کسی کو خبر نہ ہوتی، پھر فرمان آیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمت
کا حساب مَیں کروں گا تاکہ آپ بھی اُن کے گناہوں سے مطلع و آگاہ نہ ہوں

عاشق بگنہ گرچہ گرفتار بود — تا شیفتہ بر بادۂ خمار بود
از عفوت بسیار چرا دارد باک — معشوق چو پردہ پوش و ستار بود

(عاشق گرچہ گناہوں میں گرفتار ہو یہاں تک کہ کلال کی شراب کا دلدادہ ہو، لیکن جب
اس کا عفو افزوں تر ہے تو پھر کس بات کا ڈر ہے جب کہ معشوق پردہ پوش ستار ہے)
بعد اس کے فرمائے جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم دار بقا کو رحلت
فرمانے لگے عرض کی الٰہی اپنی امت کو کس کے حوالہ کروں جو میرا خلیفہ
(یعنی ان کا نگہبان) ہو، حضرت جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ
خدائے تعالی فرماتا ہے کہ اپنی امت کو میرے سپرد کیجئے تاکہ آپ کے بعد
آپ کا دین قایم رہے اور قیامت تک کے لئے اس کو مستقیم کردوں کہ
اسلام ہر روز پھیلتا جائے اور مسلمانی زیادہ ہوتی جائے۔ رسول علیہ السلام

نے اپنے اصحاب کو طلب کیا اور فرمایا اَللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ بَیْنَکُمْ (تم لوگوں میں میرے عوض، میری جگہ اللہ ہے) اور ہم نے تم لوگوں کو خدا کے سپرد کیا۔ اِس کے بعد مخدوم جہاں شرفہ اللہ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا جب دجّال لعین ظاہر ہوگا اور تمام عالم پر چھا جائے گا پھر قصد مکہ و مدینہ کا کرے گا اُس وقت جناب عیسیٰ علیہ السّلام چوتھے آسمان سے بحکم خدائے تعالیٰ زمین پر آئیں گے اور اس بدبخت کو مار ڈالیں گے دنیا میں چالیس سال تک حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت کریں گے اور تمام خلق کو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیں گے۔ یہ حال ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک کوئی کافر و یہودی باقی نہ رہے گا۔ اگر کوئی اپنے کو چھپانا چاہے گا تو اینٹ و پتھر اور درخت پکار اُٹھیں گے کہ ھٰذَا یَھُوْدِیٌّ اُقْتُلُوْہُ ھٰذَا نَصْرَانِیٌّ اُقْتُلْ ھٰذَا مُنَافِقٌ اُقْتُلْ (کہ یہ یہودی ہے اِس کو قتل کیجئے، یہ نصرانی ہے اِس کو مار ڈالئے یہ منافق ہے اِس کو موت کے گھاٹ اُتار دیجئے) اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام رحلت فرمائیں گے۔ اُن کے رحلت فرمانے کے بعد اسلام میں پھر کمی اور فتور آنا شروع ہو جائے گا کہ ایک مسلمان بھی تمامی دنیا میں نہ ملے گا، جیسا کہ قول ہے کہ جب تک دُنیا میں

اس چالیس سال کی مدت میں جملہ خلائق مردہ رہیں گے، بعد چالیس سال کے دوسرا صور پھونکا جائے گا تو حشر قائم ہوگا، فرشتوں کی موت اور لوگوں کی موت کے مانند نہ ہوگی۔ اُن کی موت مثل خواب کے ہو گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں دیو اور شیاطین کے لئے قیامت تک موت نہیں ہے، بلکہ ہر روز اُن کی زیادتی ہوتی رہتی ہے، مگر جنوں کے لئے موت ہے، یہ مرتے بھی ہیں اور پیدا بھی ہوتے ہیں۔ جناب سلیمان علیہ السّلام کے زمانہ میں دیو اور شیاطین بہت سرکش ہو گئے تھے۔ جناب سلیمان علیہ السّلام نے دیکھا کہ جب یہ میری موجوگی میں سرکشی کرتے ہیں، میرے بعد لوگوں کو بڑی مشکل پڑے گی، سب کو ہتکڑی اور بیڑی ڈال کر جزیروں میں قید کروا دیا۔ بعض جگہ یوں لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں اُن کی بیڑیاں کھل جائیں گی اور یہ رہا کر دئے جائیں گے، لوگوں کو نقصان پہونچائیں گے۔ جب یہ کسی پر مسلط ہو جائیں گے تو کسی ترکیب سے دُور نہیں ہوں گے اور ایسا آج بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کسی جگہ کسی کو دیو پکڑ لیتا ہے تو کسی ترکیب سے بھی نہیں جاتا وہ شیاطین کہ جناب سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جزیروں میں قید ہوئے ہیں انکو

کلمۂ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کہنے والا رہے گا قیامت قائم نہیں
ہوگی جب یہ حال ہو جائے گا کہ ایک کلمہ گو بھی باقی نہ رہے گا تو اسرافیل
علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ صور پھونکو، پہلا صور جس وقت پھونکا جائے گا
اُس کی ہیبت سے تمامی جانوران و آدمی، پری، وحوش وطیور سب کے
سب بے جان ہو جائیں گے۔ آسمان وزمین اور جو کچھ اس میں ہے
سب نیست ونابود ہو جائیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا
جتنے جاندار کہ بے جان ہو گئے تھے سب کے سب زندہ ہو جائیں گے،
سبحان اللہ کیا اُس کی قدرت کاملہ ہے۔ ایک صور کی آواز سے سب کے
سب مَر جائیں اور نیست ہو جائیں اور اسی صور کی دوسری
آواز سے سب کے سب زندہ ہو جائیں۔ یہاں پر بندہ نے عرض کی
کہ قیامت کیا چیز ہے؟ اور قیامت کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ پہلی مرتبہ
صور پھونکنے کا نام قیامت ہے اور دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا نام
حشر ہے اور ان دونوں صور کی آواز ہر ایک شخص کے کان میں
اِس طرح پہونچے گی کہ گویا ہر ایک کے کان میں علٰحدہ علٰحدہ صور پھونکا
گیا ہے، اور دونوں صور کے درمیان چالیس سال کا فرق ہوگا اور

اس چالیس سال کی مدت میں جملہ خلائق مردہ رہیں گے، بعد چالیس سال کے دوسرا صور پھونکا جائے گا تو حشر قائم ہوگا، فرشتوں کی موت اور لوگوں کی موت کے مانند نہ ہوگی۔ اُن کی موت مثل خواب کے ہو گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں دیو اور شیاطین کے لئے قیامت تک موت نہیں ہے، بلکہ ہر روز اُن کی زیادتی ہوتی رہتی ہے، مگر جنوں کے لئے موت ہے، یہ مرتے بھی ہیں اور پیدا بھی ہوتے ہیں۔ جناب سلیمان علیہ السّلام کے زمانہ میں دیو اور شیاطین بہت سرکش ہو گئے تھے۔ جناب سلیمان علیہ السّلام نے دیکھا کہ جب یہ میری موجوگی میں سرکشی کرتے ہیں، میرے بعد لوگوں کو بڑی مشکل پڑے گی، سب کو ہتکڑی اور بیڑی ڈال کر جزیروں میں قید کروا دیا۔ بعض جگہ یوں لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں اُن کی بیڑیاں کھل جائیں گی اور یہ رہا کر دئے جائیں گے، لوگوں کو نقصان پہونچائیں گے۔ جب یہ کسی پر مسلط ہو جائیں گے تو کسی ترکیب سے دُور نہیں ہوں گے اور ایسا آج بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کسی جگہ کسی کو دیو پکڑ لیتا ہے تو کسی ترکیب سے بھی نہیں جاتا وہ شیاطین کہ جناب سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جزیروں میں قید ہوئے ہیں انکو

دیوستینہ (دیو بندیئت) کہتے ہیں۔ پھر اس بندہ نے عرض کی کہ کوئی یہ کیسے جانے کہ عاقبت بخیر ہوگی یا خراب ہوگی؟ بندگی مخدوم نثر اللہ نے فرمایا کہ بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ تین کام کرے گا اس کی عاقبت ضرور بخیر ہوگی۔ اوّل ظلم نہ کرے کہ ظلم بدترین کام ہے، دوسرے اسلام کا شکر ادا کرے، تیسرے ایمان کے زوال سے خائف رہے کہ اِیمَانُ الْمَرْءِ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ (آدمی کا ایمان اُمید و خوف کے درمیان ہے) جب کسی میں یہ اوصاف دیکھو تو سمجھو کہ اس کی عاقبت و خاتمت ضرور بخیر ہوگی' اور اگر ظلم کرتا ہے اور مسلمان ہونے کا شکر ادا نہیں کرتا' اور ایمان کے زایل ہونے کا اُسے خوف نہیں ہوتا تو اِن باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاقبت و خاتمت اس کے برعکس ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے اپنے اس زمانہ میں یہ نہیں سُنا ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے فلاں شخص کا خاتمہ بخیر نہیں ہوا، بخلاف اس کے زاہدان بنی اِسرائیل میں جیسا کہ بلعم باعور، برصیقا جو ایسے تھے کہ اگر سر آسمان کی طرف اُٹھاتے تو عرش مجید نظر آتا اور اگر سر نیچے کرتے تو تحت الثرا نظر آنے لگتا

اُن کا قصہ مشہور ہے، معاذ اللہ ان لوگوں کا خاتمہ بخیر نہ ہوا' پھر زبان مبارک سے ارشاد فرمائے کہ عاشقوں کی جماعت ماں کے پیٹ سے لے کر زندگی بھر خون جگر پیتی رہتی ہے' اِس کا سبب یہی ہے کہ نہیں جانتے ہیں کہ خاتمہ بخیر ہوگا یا نہیں' اگر بخیر ہوا تو وہ تمام وعدے (نوید خوشخبری) جس کا ذِکر اوپر ہوا حاصل ہوگا اور مقصود و مطلوب تک پہونچ جائیں گے۔ (نعوذ باللہ منہا ومن ذالک) اللہ اِس سے پناہ میں رکھے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا اور جو ازل میں مقرر ہو چکا ہے وہ ظاہر ہوا تو خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ دنیا و آخرت دونوں برباد گئی اور تمام وعید یعنی عذاب کی تلخیاں برداشت کرنی ہوں گی۔

بارہویں مجلس (۱۲) } پندرہویں شعبان روز شنبہ (سنیچر) آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف

حاصل ہوا۔ جناب سیّد خلاصہ یعنی سیّد قطب الدین غازی پوری کے صاحب زادے نے عرض کی روضۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ مسلمان عورتیں جو سر میں سیندور لگاتی ہیں وہ کفر ہے۔ اِس بلا میں بہت ساری عورتیں مبتلا ہیں تو یہ کیونکر ہے؟ بندگی مخدوم شرف الدین نے فرمایا کہ دیکھنا

یہ چاہئے کہ کافروں کی عورتیں سیندور جو سر میں لگاتی ہیں وہ کس سبب سے لگاتی ہیں آیا حسن وجمال کے لئے لگاتی ہیں یا ان کے مذہب میں آیا ہے؟ اگر حسن وجمال کے لئے لگاتی ہیں تو یہ خود کفر نہیں ہے' اور اگر ان کے مذہب میں اس کا لگانا آیا ہے اِس لئے اِس کفر کو وہ کرتی ہیں اور اسی سبب سے اگر مسلمان عورتیں بھی لگاتی ہیں تو کفر ہوگا' کیونکہ اس میں ان کی مشابہت انہوں نے کی، کفر ہوگیا۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے) اگر سر میں سیندور لگانا کفر ہوتا تو کنز المسائل میں وہ بزرگ ضرور بیان فرماتے۔ اِس موقع پر قاضی اشرف الدین رکن نے عرض کی کہ اِس سے قبل اہل علم کے درمیان یہ مسئلہ کافی دنوں تک زیر بحث رہا ہے۔ اِس روایت کی اہل علم میں سے کافی لوگوں نے کتابوں اور روایات میں چھان بین کی ہے' لیکن کہیں نہیں ملی' اگر سر میں سیندور لگانا کافروں کے مذہب میں مخصوص ہوتا تو اتنی تلاش پر اہل علم کو یہ روایت ضرور ملتی اور اس کی تشہیر ہوتی۔ اس کے بعد بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ سر میں سیندور لگانے سے مشابہت

کا اطلاق نہیں ہوتا، اِس لئے کہ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں کہ جو کفّار کرتے ہیں ہم بھی کرتے ہیں، مثلاً کفار کھانا کھاتے ہیں ہم بھی کھاتے ہیں، وہ پانی پیتے ہیں ہم بھی پیتے ہیں، راہ چلتے ہیں کپڑے پہنتے ہیں، بات چیت کرتے ہیں، اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں کہ جو وہ کرتے ہیں، ہم بھی کرتے ہیں، اور اس میں کوئی کفر نہیں ہے۔ پس سیندور سر میں لگانا اِسی قبیل سے ہوگا۔ اور وہ چیزیں جو ان کے مذہب میں ہیں اگر ان کو ہم کریں تو اس کام میں ان کی مشابہت ہم نے کی تو یہ کفر ہے۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ یہ جو کفار کے یہاں ہر سال ایک موسم ایسا آتا ہے کہ اس میں یہ لوگ ابیر بازی آپس میں کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگوں میں کوئی اس طور پر کرے تو کیا ہوگا؟ فرمان ہوا کہ یہ کفر ہے، اِس لئے کہ ابیر بازی جو یہ کفار آپس میں کرتے ہیں یہ ان کے مذہب میں آیا ہے اور یہ چیز ان کی مذہبی ہے، ہم میں سے جو کوئی اس کو کرے گا اس نے ان کی موافقت میں کیا ہوگا اور جس نے ان کی موافقت کی وہ کافر ہوا، بلکہ اگر کوئی ان کو اپنے اوپر ابیر ڈالنے کی اجازت دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اَلرَّاضِیْ بِاالْکُفْرِ یَکُوْنُ کَافِرًا (جو کفر سے خوش ہے وہ کافر ہو گیا)
ایک عزیز نے عرض کی کہ شب برات کو شب برات کس سبب سے کہتے ہیں؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا' شب برات کے معنی بہت طرح پر لوگوں نے کہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ رات ہے کہ اس رات میں سُعَدَا خوش قسمتوں کو دوزخ سے نجات ملتی ہے۔ کیونکہ سعیدوں کو دوزخ سے کیا سروکار اور اشقیا (بدنصیبوں ظالموں) کو بہشت سے برات دیتے ہیں اس لئے کہ شقی کو بہشت سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے جس طرح عبداللہ خوارزمی کہتے ہیں اَلسُّلْطَانُ اِذَا اَخَذَ الْخَرَاجَ یُعْطِیْ بَرَاۃً لِیَلَّا یَتَعَرَّضَ لَھُمْ اَعْطٰی عِبَادَۃً بَرَاتَیْنِ بَرَاۃً لِلْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ عَذَابِہٖ ذُکْوَاۃً لِلْکَافِرِیْنَ مِنْ رَحْمَتِہٖ وَثَوَابِہٖ (اس رات میں بادشاہ جب خراج لیتا ہے تو وہ عنایت کرتا ہے برات' اس شب برات کی برات جو پیش کرتا ہے اپنے بندوں کو وہ اپنے بندوں کو اس میں دو طرح کی برات دیتا ہے مومنوں کو عذاب سے برات دیتا ہے اور کافروں کو اپنی رحمت اور ثواب سے بری کرتا ہے) اور بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ رات ہے کہ اس رات کو

لوح محفوظ سے نقل کر کے (برات نامہ) اس فرشتے کو جو ہر کام کے لئے مقرر ہے سپرد کر دیتے ہیں تاکہ وہ فرشتے اس برات نامہ کے مطابق جو اس کو ملا ہے تمام سال خدائے تعالیٰ کے حکم کو نفاذ دیتا رہے اور شب برات کو قسمت کی رات بھی کہتے ہیں۔ یوں روایت کرتے ہیں کہ اس رات کو جناب جبرئیل علیہ السلام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے اور شب برات کی فضیلت بیان کی، کہا یا رسول اللہ آج کی رات وہ رات ہے کہ تین سو رحمت کے دروازے کھول دئے گئے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس رات کو جو شخص پاتا ہے اور صبح صادق تک عبادت کرتا رہتا ہے تو خدائے تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے اس کو اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرما لیتا ہے اور اپنی رحمت سے محفوظ کر لیتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے شب برات کی فضیلت سنی تو گورستان یعنی جنت البقیع تشریف لے گئے اور رات بھر بیدار رہے۔ اپنی امت کو وصیت فرمائی کہ اس رات کو زندہ رکھیں یعنی عبادت کے ساتھ شب بیدار رہیں تاکہ خدائے تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ ہوں۔

اس موقع پر مولینا مُوید عارف مُذکر (مذکر کہتے ہیں واعظ یا مقرر کو جو ذکر خیر سُناتے ہیں) جو کہ مُریدوں میں سے ایک مُرید ہیں اُنہوں نے عرض کی کہ اگر مخدوم جہاں کی مرضی ہو تو اِس شب براۃ کو مخدوم کی خانقاہ میں تذکیر کہوں (یعنی بیان کروں) اور اگر حضور مخدوم خود تشریف فرما ہوں تو زہے شرف۔ فرمائے کہ تم فرزند کی جس میں خوشی ہو ویسا ہی ہوگا۔ چنانچہ عشا کی نماز کے بعد بندگی مخدوم جہاں بھی مُصَلاَّ پر جلوہ افروز ہوئے۔ مولینا مؤید مذکر مذکور نے تذکیر کہی (یعنی بیان کیا) بہت سارے لوگ خانقاہ جہاں پناہ میں جمع ہوئے تھے، بیان سے فراغت کے بعد سَو رکعت نماز پچاس سلام کے ساتھ (یعنی دو دو رکعت کر کے) کہ شب برات میں جماعت کے ساتھ ادا کرنی آئی ہے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور قل ہُوَاللہُ احد دس بار ادا کی گئی۔ بعد اس کے بہ سبب ضعف پیری ڈولہ پر سوار ہو کر گورستان کی نمازگاہ (مُصلاَّ) پر آئے۔ مریدان و معتقدان جو کہ اِس مجمع میں حاضر تھے سب کے سب جس میں یہ بندہ بیچارہ بھی تھا ہمرکاب سعادت ہوئے چبوترہ اور گبند کے کنارے جو کہ حضرت والدہ بندگی مخدوم نور اللہ قبرہا کے مقبرہ میں بنوایا گیا تھا اِس امید پر کہ مخدوم جہاں کی نظر مبارک سے

یہ عمارت[۱] گذرے (یعنی مخدوم جہاں کو یہ تعمیر دکھلائیں) تاکہ اس غریب بندہ کو دونوں جہان کی سعادت نصیب ہو (باین خیال) برابر رکاب یعنی ڈولہ کی پٹی پکڑے ہوئے ساتھ گیا۔ بندگی مخدوم شرف اللہ چبوترہ پر گنبد کے در کے سامنے ڈولہ سے اُترے اور گنبد کے اندر تشریف لیگئے۔ اپنی والدۂ بزرگوار کی قبر مبارک کے نزدیک بیٹھ گئے۔ زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اس بندۂ امیدوار پر بے انتہا شفقت کی بارش فرمائی گئی۔ بعد اس کے ہر دل عزیزوں کی قبروں پر جو کہ نمازگاہ کے پیچھے آرام[۲] فرما ہیں۔ گشت فرماتے رہے اور فاتحہ پڑھتے رہے۔ جب[۳] گھر تشریف لائے اور تمام لوگ واپس جا چکے تو اس غریب کو طلب فرمایا گیا

---

[۱] یہ ملفوظ شریف ۷۷۵ھ ہجری کا ہے۔ مخدوم جہاںؒ کا سن وصال ۷۸۲ھ ہجری ہے۔ وصال سے سات سال قبل کا یہ ملفوظ ہے۔ اِس عبارت کی سیاق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سن میں جامع ملفوظ ہٰذا حضرت صلاح مخلص داؤد خانی نے یہ چبوترہ اور یہ قبہ حضرت والدہؓ کے مزار مبارک پر بنوایا۔ [۲] مُصَلّٰی کے پیچھے مزارات عہد مخدوم کے ہیں۔ [۳] خانقاہ سے متعلق کوئی دولت خانہ بھی متصل تھا۔

دستار شریف اپنے سر مبارک سے اُتار کر اس بندۂ بیچارہ کے سر پر رکھ دی گئی اور دوسری بہت ساری نوازشوں سے جو تحریر میں نہیں آسکتیں نوازا گیا اور یہ لفظ چند مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا گیا کہ صلاح الدین نے ایک محل تیار کیا ہے۔

تیرہویں مجلس (۱۳) پندرہویں ماہ مذکور روز شنبہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی زاہد نے عرض کی کہ حقیقت و شریعت کی کیا تعریف ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ حقیقت اس معنی سے عبارت ہے کہ اس میں رد و بدل جائز نہیں، آدم علیہ السّلام کے عہد مبارک سے فنائے عالم تک اس کے لئے یہی حکم ہے جس طرح کہ اللہ کی معرفت کا حال ہے۔ اور شریعت اِس معنی سے عبارت ہے کہ اس میں رد و بدل درست ہے، مثلاً احکام اوامر و نواہی بدلتے رہتے ہیں، اِس کو کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ شریعت کے لغوی معنی راہ مسلمانی کے ہیں۔ پھر قاضی زاہد نے عرض کی کہ یہ طبقہ وقت وحال کس کو کہتا ہے؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ ایک وقت میں

ماضی اور حال سے بے خبر ہو جاتا ہے، اگر ایسی صفت کسی میں پیدا ہو تو اس کو وقت کہتے ہیں ؎

کاملاں فرزند حال اندلے گدا ماضی و مستقبل ایشاں راکجا

(اے فقیر! یہ کاملین صاحب حال ہیں اِن کے لئے ماضی و مستقبل کہاں ہے؟)

اور اگر اس وقت کوئی اور وارد ہ گزرے اور دہ مزین وارد ہ اس وقت کو اور مزین کر کے وقت کو قرار و آرام پہونچائے تو یہ جماعت اس کو حال کہتی ہے۔ قاضی زاہد نے پھر عرض کی تمکین و مقام کس چیز کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ طالب جب مطلوب تک پہونچ جاتا ہے اور اس کے ساتھ آرام پکڑتا ہے تو اس کو تمکین کہتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دریا اور ندیاں ہر سمت بہہ رہی ہیں اور جوش و جنبش میں ہیں، جس دم یہ سب سمندر میں پہونچ کر مل جاتی ہیں تو اُس پانی کو جوش و خروش سے قرار و آرام آجاتا ہے ؎

اگرچہ سیل را صد جوش باشد چو در دریا رود خاموش باشد

رُود بیک سیل بر آرد نفیر بحر بصد رود شد آرام گیر

(اگرچہ سیلاب میں سینکڑوں جوش ہوتا ہے جب وہ سمندر میں پہونچ جاتا

ہے تو ساکن ہو جاتا ہے۔ ندی ایک سیلاب سے آواز کرنے لگتی ہے سمندر سینکڑوں ندیوں کو لئے ہوئے ساکن ہوتا ہے) اور مقام وہ ہے کہ جب کسی سے کوئی قصور سرزد ہو تو توبہ وزاری کرے اور کہے رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے پس بخش دے مجھکو اور میرے گناہوں کو اس لئے کہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو نہیں بخشتا ہے) جس طرح حضرت آدم سے زلت (لغزش) ہوئی تو بقولے تین سو سال تک توبہ وزاری کرتے رہے اور کہتے رہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اگر تو ہم کو معاف نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم بڑے سخت گھاٹا پانے والوں میں ہو جائیں گے) حاصل یہ ہوا کہ مومن کو چاہیئے کہ کسی حال میں گناہ نہ کرے جو عمر کہ باقی ہے اُس کو غنیمت جانے اور ہمہ دم توبہ و استغفار کرتا رہے ؎

اے پیر گنہگار درِ توبہ کشادہ است　　انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است

بشتاب سوئے توبہ کہ از مادرِ گیتی   در گردنِ تاخیر بسے واقعہ زادہ است

(اے پیر گنہگار توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار ہیں، توبہ کرنے میں جلدی کر اِس لئے کہ تاخیر کرنے میں نقصان ہی نقصان ہے)

بعد اس کے فرمائے کہ اے بھائی اِس جماعت صوفیہ نے ہر ایک چیز اور ہر ایک مقام کے لئے ایک نام اور ایک اِصطلاح تجویز کی ہے۔ ان لوگوں کی باتیں یہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جس طرح کہ زرگروں نے اپنی باتوں کے لئے اصطلاحیں مقرر کی ہیں کہ ان اصطلاحوں کے ذریعہ ایک دوسرے کی باتیں سمجھتے ہیں، جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ "زبانِ زرگراں زرگراں دانند" کیمیاگروں کی زبان کیمیاگر ہی جانیں دوسرے بیچارے اس کو کیا سمجھیں اور کیا جانیں، بالکل ایسی ہی ان لوگوں کی باتیں ہوتی ہیں فَہِمَ مَنْ فَہِمَ وَجَہِلَ مَنْ جَہِلَ (جس نے سمجھا سمجھا جس نے نہ جانا نہ جانا)

پھر قاضی زاہد نے عرض کی کہ بندہ کو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے کاموں کے متعلق یہ کہے کہ ایسا کیوں کیا، ایسا کیوں نہ کیا؟ بندگی مخدوم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بندہ کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اِس طرح کی بات کہے کیونکہ مدّت ہوئی کہ عالم میں یہ منادی کردی گئی ہے کہ لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ

(اس کے کیے پر کسی کو سوال کا حق نہیں) کس کا پتہ ہے کہ اس کے کارخانہ میں دَم بھی مار سکے، کس کا جگرا ہے کہ زبان بھی کھول سکے، جو اس نے چاہا کیا اور جو چاہے وہ کرے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ٹھیک کہا ہے جس نے بھی کہا ہے ؎

کرا زہرۂ آں کہ از بیم تو کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

(یہ کس کا جگرا ہے کہ تیری جلالت کے آگے سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے زبان کھول سکے) یہ بارگاہ بے نیازی ہے کسی کو کوئی حق نہیں پہونچتا قَبِلَ مَنْ قَبِلَ بِلَا عِلَّۃٍ وَرَدَّ مَنْ رَدَّ بِلَا عِلَّۃٍ (جس کو قبول کیا بلا سبب بلا استحقاق قبول فرمایا جس کو مردود بارگاہ کیا بلا علت کیا) یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا یہی رمز ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

راندۂ سابقت ندانم چیست خواندۂ خاتمت ندانم کیست

کس نداند ز کارسازی تو کہ نہ ترسد ز بے نیازی تو

(ازل میں کیا مقدر ہو چکا ہے مجھے کچھ نہیں معلوم خاتمہ کس کا مقبول ہوگا میں نہیں جانتا، تیرے کرشمے سے کوئی بھی واقف نہیں، کون ہے جو تیری بے نیازی سے خوف نہیں کھاتا)۔

ایک عزیز نے عرض کی کہ کسی چیز سے بھاگنا جب کہ اس کی برداشت یا مقابلہ کی طاقت نہ ہو پیغامبروں کی سنت ہے؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ ہاں، اور اس کے بعد یہ قصہ ارشاد فرمایا کہ جب پیغمبر علیہ السلام نے مکّہ میں رہنا مصلحت نہ دیکھی اور ہجرت فرمانے کا حکم آیا تو ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف رخ فرمایا اور مکّہ سے نکل آئے، اقربا نے دھاوا بول دیا اور پیچھا کیا، اثناء راہ میں ایک غار ملا، رسول علیہ السلام ابا بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس غار میں تشریف لے گئے۔ اقربا و رسول علیہ السّلام اس جگہ پہونچے، حضورؐ یا حضرت صدیقؓ دونوں میں سے کوئی نظر نہ آئے، غار کے پاس آئے اُس غار کے منھ پر مکڑے کا جالا بُنا ہوا دیکھا اس سے انہوں نے سمجھا کہ اس غار کے اندر کوئی نہیں گیا، ناکام لوٹ آئے ؎

عنکبوتِ غار را گفتم کہ ایں پردہ چہ بود

گفت مہمانِ عزیز آمد بگردم در رسید

(غار والے مکڑے سے میں نے پوچھا کہ یہ پردہ کیا تھا؟ اُس نے کہا کہ سپیدۂ سحر

میں ایک معزز مہمان میرے یہاں جلوہ افروز ہوا تو میں نے اُسے پردہ میں لے لیا) رسول علیہ السّلام اور حضرت ابا بکر صدیق رضؓ اس غار سے باہر تشریف لائے، مدینہ کا رُخ فرمایا اور سلامتی کے ساتھ مدینہ پہونچ گئے۔ اِس قِصَّہ سے مقصود یہ ہے کہ کسی چیز سے بھاگنا جب کہ اس کی طاقت نہ ہو تو اس کو اسی دلیل سے سنّتِ پیغمبران کہتے ہیں۔ پھر اِس بندۂ بیچارہ نے عرض کیا بَلا سے بھاگنا بھی پیغمبروں کی سنت ہے؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا ہاں پیغمبروں کی سنت ہے۔ بعد اسکے فرمایا جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرمان آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی (ارشاد ربانی ہوا کہ اے موسیٰ لاٹھی کو ڈال دو انہوں نے چھوڑ دیا تو اچانک وہ لپکنے والا سانپ تھا) جب موسیٰ پیغمبر علیہ السلام نے عصا ڈال دیا تو وہ عصا سانپ ہوگیا اور اُس نے حملہ کیا.........

.......موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھاگے فرمان آیا قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی (پھر ارشاد رب ہوا تم اپنی چھڑی لے لو ڈرو مت وہ اپنی پرانی صورت پر لوٹ آئے گی)

موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بڑھایا سانپ کو پکڑ لیا تو جیسا کہ وہ عصا تھا آپ نے اپنے ہاتھ میں ویسا ہی پایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ پیغامبر علیہ السّلام اِس بَلا سے بھاگے، اور بھی چند پیغامبروں نے بَلا سے احتراز کیا ہے، اِسی معنیٰ کر یہ پیغمبروں کی سنت ہو گی۔ پھر اس بندۂ بیچارہ نے عرض کی کہ جس شخص نے نزول بَلا میں بَلا سے گریز کی اس نے بَلا پر صبر نہیں کیا، گویا کہ وہ خداوند تعالیٰ کی مرضی پر نہیں رہا اور جو کہ بَلا پر صبر نہیں کرتا اور اللہ کی رضا پر راضی نہیں رہتا اس کے حق میں یہ وعید آئی ہے حاکیاً عَنِ اللّٰہ تَعَالیٰ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ فَلْیَخْرُجْ عَنْ سَمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ (اللہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ کہتا ہے بیشک میں ہی ہوں میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی نہیں ہے پس میں ہوں جو میرے فیصلے پر راضی نہ ہوا جس نے میری بلاؤں پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں پر شکر ادا نہ کیا اُسے چاہیئے کہ وہ میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے اور میرے سوا کوئی دوسرا رب ڈھونڈ لے)۔ بعد اس کے

فرمائے' بلا سے بھاگنے کا حکم ہے اور بھاگنا بلا میں صبر کے منافی نہیں ہے۔ بلا میں صبر کیا ہے جانتے ہو؟ بلا میں صبر یہ ہے کہ جب بلا یا مصیبت بندہ کو پہونچے تو ناخوش نہ ہو۔ اہل محبت وعشق کو جتنی بلائیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے پہونچتی ہیں یہ لوگ اس کو قبول کرنے کے لئے جان ودل سے استقبال کرتے ہیں اور خوشی و خرمی کے ساتھ اس تلخ گھونٹ کو پی لیتے ہیں اور اس بات کا دم لگاتے ہیں کہ اور ملے اور ملے اور زبان حال سے یہ کہتے ہیں ؎

جانے دارم کہ بارِ عشق تو کشد   تا در سرکارت نشود نگریزم

ہر بلا ئیکہ جاں نماید از و   از یکے صد ہزار شاید از و

(بس ایک جان ہی تو رکھتا ہوں کہ تیرے عشق کا بوجھ اٹھائے ہے جب تک تیرے کام نہ آجائے ہٹنے کا خیال نہیں' تیرے عشق میں جو بلا جان پر نمودار ہوتی ہے تشنگی یہ ہے کہ ایک کے بدلے میں ہزار کی طلب ہوتی ہے)

چودھویں مجلس (۱۴) } بیسویں ماہ مذکور روز یکشنبہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کی

سعادت نصیب ہوئی۔ قاضی زاہد نے عرض کی کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُهٗ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ (جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوش خبری دے گا تو میں جنت میں اُسے داخل ہونے کی بشارت دیتا ہوں) پیغمبران صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کے لئے مہینوں کی گرانی یا کسی چیز کی سختی نہیں ہوتی اور یہ لوگ یہ نہیں کہتے کہ وہ مہینہ سخت ہے یا یہ مہینہ سخت ہے۔ ان کے نزدیک سب برابر ہے، پس رسول علیہ السَّلام نے یہ کیونکر فرمایا کہ مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ اِلٰی اٰخِرِہٖ بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی بہت سی تاویلیں کی گئی ہیں، ایک یہ ہے کہ ماہ صفر میں رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے، اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جب ماہ صفر گذر جائے گا تو آپؐ جو کہ میرے حبیب ہیں مجھ سے ملیں گے، پس رسول علیہ السلام کو ماہ صفر سخت نہیں تھا بلکہ ماہ صفر کے نکلنے میں جو دیر ہو رہی تھی وہ تاخیر گراں گذر رہی تھی کہ یہ مہینہ کب گذر جائے تا کہ میں دوست سے ملوں اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا من بشرنی بخروج الصفر بشرۃ بدخول الجنۃ یعنی

اِس حدیث شریف کے یہ ہیں کہ جو شخص ماہ صفر گذر جانیکی خوش خبری دے گا یعنی وہ مجکو دوست سے ملنے کی خوش خبری دے گا تو میں اس کو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دیتا ہوں۔ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں آیا ہے کہ بارہویں ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن خواجۂ کائنات خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار فنا سے دار بقا کو رحلت فرمائے اور دوست سے مل گئے، رمز یہ ہے جیسا کہ کہا ہے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (موت کی مثال ایک پُل کی ہے جس سے حبیب اپنے حبیب کی طرف پہونچتا ہے) اس مقام پر فرمایا کہ اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اپنے کاروبار کا موازنہ اپنے اس وقت کے کاروبار سے کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے، موافق اُس کے نہ پایا، ڈرے کہ ہمارے دین کے کاموں میں نقصان و ضرر واقع ہو رہا ہے اِسی سبب سے گھر بار زن و فرزند سب کو چھوڑ کر غربت و عزلت گوشہ نشینی اختیار کرلی ؎

کوہ و صحرا بگیر ہیچو وحوش
خانماں را بماں بگربہ و موش

(پہاڑ اور جنگل کو ان جانوروں کی طرح اختیار کر جو ہر چیز سے وحشت کھاتے ہیں، اور گھر بار جو ہے اور بلیوں کے لئے چھوڑ دے) دین کا غم جس کے دامنِ دل کو تھام لیتا ہے، زن و فرزند گھر بار اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہوتے۔ حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ میں سے تھے یا نہیں؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ صحابہ میں سے نہیں تھے، لیکن بہت سارے صحابہ کو آپ نے پایا ہے، جیسا کہ روایت کرتے ہیں کہ تابعین میں سے تھے جتنے صحابہ کی صحبت میں آپ رہے ہیں اور کسی تابعی نے اتنے صحابہ کو نہیں دیکھا ہے، بعد اس کے فرمایا کہ ایک دن خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے خواجہ ہم لوگ صحابہ کے نزدیک کیسے ہیں؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ اگر صحابہ تمہیں دیکھتے تو کہتے کہ تم لوگ شیاطین میں سے ہو، اور اگر تم ان لوگوں کو دیکھ لیتے اور ان کے کاروبار یعنے معمولات کا معائنہ کرتے تو تم کہتے کہ یہ لوگ مجنون و دیوانے ہیں۔ بعد اس کے مخدوم فرمائے کہ تبع تابعین کا یہ حال تھا جو خواجہ

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور اس وقت ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو چالیس سال بھی پورے نہ گذرے تھے، وائے ہم بیچاروں پر کہ سات آٹھ سو سال گذر رہے ہیں ہم لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور دعوی مسلمانی کرتے ہیں، جس نے کہا ہے ٹھیک کہا ہے ؎

سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم
چند بر خود تہمت دینِ مسلمانی نہم

(بتوں کی راہ میں سجدہ کرتے ہوئے پیشانی گھس گئی، اس حال میں کب تک دین مسلمانی کی تہمت اپنے اوپر لگاؤں) اور حسرت ہے ان لوگوں پر جو آئندہ پیدا ہوں گے، خدا بہتر جانتا ہے کہ ان کا حال کیا ہوگا

ایک عزیز نے عرض کی کہ صبر ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے؟ بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں صبر ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ پھر عرض کی کہ اگر ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے تو جس شخص میں صبر نہیں ہے اس کا کیا حال ہے؟ فرمائے کہ ایسی بات ہی نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے ایمان کے موافق ضرور صبر رکھتا

ہے، بعض کا صبر ظاہر ہوتا ہے اور بعض کا صبر ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ نہیں دیکھنے کہ رسول علیہ السّلام والتحیۃ نے فرمایا کہ اَلْاِیْمَانُ نِصْفَانِ (ایمان کے دو حصے ہیں) نصف حصہ شکر اور نصف حصہ صبر تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا اُس کو صبر حاصل ہوا کوئی مومن صبر سے خالی نہیں ہے اور نہ خالی ہوگا۔ بعد اس کے فرمائے کہ صبر کی توفیق جس کو دیتا ہے خدائے تعالیٰ دیتا ہے، بندہ کو ہر حال میں چاہیئے کہ صبر کی استعانت (مدد) اپنے مولا سے کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (اے ایمان والو مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعہ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے) تمام مخلوق ان دو صورتوں میں مبتلا ہیں، یا ان کو نعمت حاصل ہے یا وہ بلا میں مبتلا ہیں۔ اگر نعمت سے نوازا ہے تو شکر طلب کرتے ہیں اور اگر مصیبت میں مبتلا ہیں تو صبر ڈھونڈھتے ہیں، جس کو یہ دونوں باتیں حاصل نہ ہوں اور ایمان کا دعویٰ کریں تو یہ بات یقینی ہے کہ دعویٰ بلا دلیل

بے فائدہ ہے۔

پندرہویں مجلس (۱۵)

چھبیس ویں ماہ مذکور روز چہار شنبہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کی سعادت نصیب ہوئی، تبدیل اخلاق میں گفتگو ہورہی تھی، بندگی مخدوم مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ صوفیان تبدیل اوصاف کو گردش کہتے ہیں، اور مرید کا پہلا کام یہ ہے کہ بُری خصلتوں کو نیک اوصاف سے بدل ڈالے، غصّہ کی جگہ بُردباری، بخالت کے بدلے سخاوت، غرور کی جگہ خلق، بدکلامی کی جگہ خوش کلامی، افعال میں بُرائیوں کی جگہ نیکی اور اسی طرح تمام باتیں اختیار کرے۔ یہ بات مرید کے لئے بمنزلہ وضو کے ہے جس طرح بلا وضو کے نماز نہیں ہوتی، اسی طرح بلا اس گردش کے مرید کو طریقت میں راہ نہیں ملتی۔ تمام مجاہدے تمام ریاضتیں اسی گردش یعنی اسی بات کو حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہیں، صوفیوں کا یہ طبقہ کہتا ہے کہ اگر یہ گردش حاصل ہوگئی تو طہارت کامل پیدا ہوئی اب جو عبادت بھی وہ کرے ٹھیک اور قبول ہوگی اور قیامت میں نفع بخش بھی۔ اور جس غریب کو اس نعمت سے ایک

ذرہ نصیب نہیں ہے۔ وہ نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے اور علمائے دنیا ہر حیثیت سے اس کے درست ہونے کا فتویٰ دیدیں اور وہ غریب اس سے عہدہ برا ہوگیا ہو تو بھی کل قیامت کے دن کچھ سودمند نہ ہوگا۔ اس لئے یہ طبقۂ صوفیہ گردش کو فرض عین جانتا ہے اور جب یہ بات پیدا ہوگئی تو نفس غایب ہوگیا اور ایسا نفس جو کہ مغلوب نہیں ہوا دل اس کا فر کا قیدی ہے، نفس جو حکم دیتا ہے، دل قیدیوں کی طرح اس کی تعبداری کرتا ہے، یوں سمجھو کہ مسلمانی کافری کے ہاتھ میں قیدی و گرفتار ہے، جو وہ نفس کافر کہتا ہے یہ مسلمان (دل) اس کی تعبداری میں ہاں نہ کہے تو کیا کرے، دل اور نفس کی صفت یہی ہے، دل ہرگز جھوٹ نہیں بولتا کہ دوزخ کی طرف جانا ہوگا، دل کے تخت پر وہ بیٹھا ہوا دعوائے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (میں ہی ہوں تم سبھوں کا رب سب میں اعلیٰ) کر رہا ہے۔ دل کی صفت تو یہ ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللهِ تَعَالٰی (مومن کا دل اللہ کا عرش ہے) ؎

خانۂ حق خاطر مومن بود ۔۔۔ مومناں را دل ازاں ساکن بود

(مومن کا دل اللہ کا گھر ہوتا ہے مومن کے دل کو اِسی بات سے طمانیت ہوتی ہے)

ہمارے دل کے اندر نفس کا فرنے گھر بنا لیا ہے اور دل کو اپنا قیدی بنائے ہوئے ہے، بعد اس کے یہ فرمایا ؎

درون بتخانہ و بیرون مناجات مسلماں شو دِلا زنّار بگسل
ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

(دل میں بُت رکھا ہے ظاہراً مناجات الٰہی میں مشغول۔ اے دل اب تو مسلمان ہو غیر اللہ کا زنار نکال پھینک، یہ کافرانہ صفت جو تم لوگوں کی طبیعت میں داخل ہوگئی ہے یہی سبب ہے کہ آج دنیا میں مسلمان کم رہ گئے ہیں) جس دم کہ نفس تبدیل اوصاف کے ذریعہ نکل جاتا ہے تو دل بادشاہ ہو جاتا ہے اور نفس دل کا قیدی بن جاتا ہے، جب دل بادشاہ بن جاتا ہے تو ایمان کا آفتاب طلوع فرماتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھلاتا ہے اور معرفت کا دروازہ اس کے سینے میں کھول دیتا ہے بعد اس کے یہ مثنویات زبانِ گوہر فشاں سے فرمائی گئی ؎

اوصاف ذمیمہ چوں بدّل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد
چوں نیستی تو شد محقّق خیزد ہمہ نعرۂ انا لحق

(اوصاف ذمیمہ جب اوصاف حمیدہ سے بدل گئے تو تیری وہ تمام مشکلیں جو حائل تھیں وہ سب حل ہوگئیں، جب تیرا وجود ختم ہوگیا فنائیت کی جب تجھ پر تسلیط ہوگئی تو اَنَا اللّٰہ جیسے تمامی نعرے تجھ سے اُٹھ سکتے ہیں) اِن باتوں سے مراد و مطلوب یہ ہے کہ جہاں تک تم سے ہوسکے ایک قدم بھی نفس کی موافقت میں نہ چلو اور اس کے حکم پر کاربند نہ ہوتا کہ تم قتل و ہلاک نہ ہوجاؤ اور تمام بزرگانِ دین کہ ان کو نفس کا یہ حال معلوم ہے، اس کے مکر کے وار سے وہ نالاں ہیں اور فریاد کناں ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں ؎

کاشکے ہرگز نہ زادے مادرم تا نہ کردے کشتہ نفس کافرم
کاشکے ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من

(ایسا ہوتا کہ میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تو نفس کافر مجھے قتل نہ کرتا، ایسا ہوتا کہ پیدا ہونے کے بعد آثار زندگی کی بنا پر میرا نام ہی نہ رکھا جاتا تو دنیاوی مشاغل و آرام کا میرے ساتھ سوال ہی نہ ہوتا)۔

اِس کے بعد فرمائے کہ ایک شہر میں ایک بزرگ تھے، ایک دِن اُن کے نفس نے خواہش ظاہر کی کہ مرغ کا انڈا کھاتے، اُن

بزرگوار نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں ہرگز مرغ کا انڈا نہ کھاؤں گا۔

اس عہد کو اُنہوں نے یاد رکھا اور سفر کو نکل گئے۔ بارہ سال تک سفر میں رہے۔ ایک دن ایک شہر میں پہونچے، ایک بزرگ سامنے آئے، اُنہوں نے کہا اے شیخ میرے گھر مہمان ہوجیئے۔ اُن بزرگوار نے قبول کرلیا۔ میزبان گھر گئے اس وقت گھر میں کوئی چیز سوائے مرغ کے انڈے اور روٹی کے موجود نہ تھی، اُٹھا لائے اور شیخ کے آگے رکھا۔ اُن بزرگوار کو وہ قسم یاد نہ رہی، انڈا کھانے کے لئے ہاتھ دُھویا۔ اُن کے نفس نے کہنا شروع کیا کہ آخر ایک مُدّت کے بعد اپنی مراد و مطلوب کو پہونچا ہوں۔ اُن کو احساس ہوا کہ نفس کی مراد پوری ہو رہی ہے، فرمایا کہ واللہ ابھی تک تیری آرزو پوری نہیں ہوئی ہے۔ یہ کہا اور اُٹھ کر روانہ ہوگئے۔ بزرگوں نے نفس کو سر کرنے کے لئے اِس طرح عمل کیا ہے، یہاں تک کہ اپنے مطلوب و مقصود کو اُنہوں نے پایا ہے۔ تم چاہتے ہو کہ ماں باپ کی تقلید کرکے محض اسی روزے اور نماز سے مطلوب و مقصود کو پالو، حاشا وکلّا ہرگز منزل تک نہیں پہونچ سکے، بالکل درست کہا ہے جس نے کہا ہے

آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(اِس سے قبل کی جو کچھ بھی آرزو ہے محض رسم ہے عادت کی بنا پر ہے، اسے دین نہیں کہہ سکتے)

سولھویں مجلس (۱۶)

ستائیسویں ماہ مذکور روز پنجشنبہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی زاہد نے عرض کی کہ حدیث نبوی و کلامِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں آیا ہے کہ اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ وَالْحَقِیْقَۃُ اَحْوَالِیْ (شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں) شریعت و طریقت و حقیقت معناً ایک ہی ہیں یا ہر ایک کے معنی علیحدہ ہیں؟ فرمایا کہ جڑ سب کی شریعت ہے۔ جب تک شریعت حاصل نہ ہو طریقت و حقیقت درست نہیں جیسا کہ کہا ہے ؎

از شریعت در طریقت اندر آ تا بیابی حال در وقت صفا

(شریعت کی راہ سے طریقت میں داخل ہو تاکہ احوال کی منزل اپنے تابناک وقتوں میں حاصل کرے) شریعت و حقیقت ایک دوسرے سے جدا نہیں

ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ حقیقت ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ شریعت ہے، اگر کوئی صرف لا الٰہ الا اللہ کہنا چاہے تو مسلمان نہ ہوگا جب تک کہ محمد رسول اللہ نہ کہے گا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ شریعت و طریقت و حقیقت سب ایک ہے اور طریقت و حقیقت شریعت سے علیحدہ نہیں اور فرق بھی بتلا دیا گیا ہے۔ جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ شریعت میرا فرمان ہے یعنی جو کچھ میرا فرمان ہے وہ آسان ترین عبادت ہے اور عوام کی قوت و برداشت کے لایق ہے، اور طریقت میرے معمولات ہیں جو مشکل ترین عبادت ہے اور اپنے کو ریاضت کی آگ میں ڈالنا ہے، وضو کرنا شریعت ہے اور شب و روز باوضو رہنا طریقت ہے۔ یہ قوت عوام کی فطرت میں کہاں ولیکن رسول علیہ السّلام نے اپنے فعل جس کو کہ طریقت فرمایا امت کو اس کا حکم نہیں دیا اور نہ منع فرمایا۔ اور حقیقت وہ راز ہیں کہ جو رسول علیہ السّلام کے دلِ مبارک کو خداوند جل عُلا کے ساتھ ہے اور جس میں کسی کو ذرا بھی اطلاع نہیں۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ مکتوبات قدیم میں جو کہ قاضی شمس الدین

حاکم چوسہ کے نام ہیں بندگی مخدوم جہاں نے ارقام فرمایا ہے کہ ایمان مقلد اور ایمان عارف دونوں کے معنی برابر ہیں سمجھ میں نہیں آیا۔ کہاں عارفوں کا ایمان اور کہاں مقلد کا ایمان یہ قول کیونکر درست ہے کہ "برابر ہیں" ؟ فرمایا کہ ویسا ہی ہے جیسا کہ وہاں لکھا گیا ہے۔ اِس کے معنی از روئے معنی یہ ہوئے کہ مقلد کا ایمان کافر کے کفر کی بہ نسبت ایمان ہے اور بہشت میں داخل ہونا اس کا ثمرہ ہے، لیکن اس پر قناعت کرنی ادنیٰ درجہ کی قناعت ہے۔ اِس گروہ کے نزدیک طالب کا اس ادنیٰ درجہ پر قناعت حرام ہے۔ اگر طالب کو کوئی چیز حاصل ہو تو چاہیئے کہ اس پر قایم نہ رہے، اللہ کے سوا جو چیز بھی اس کو ملے اُن سب کو اپنی راہ کا بت و زنار جانے، اور ہمت بلند رکھے جو اصل مطلوب و مقصود ہے اس کی طلب میں رہے۔ عارف کا ایمان بھی ایمان ہے۔ عارف مقصود کی انتہا کو نہیں پہونچے ہوئے ہیں، اِس لئے اپنے ایمان کو مقلد کے ایمان کے برابر جانتے ہیں۔ عدم مشاہدہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں جس طرح

دسؔ درم بہ نسبت ایک درم کے بہت ہے اور دسؔ ہزار درم بہ اعتبار ایک ہزار درم کے بہت زیادہ ہے، لیکن بہ اعتبار بے انتہا کے کیا دس اور کیا دس ہزار دونوں برابر ہیں (کچھ بھی نہیں) راہ سخت مشکل ہے، بلا محافظ و نگہبان کے اس راہ کے نشیب و فراز سے گذر نہیں سکتا ہ

ہاں تا نہی پائے دریں راہ بہ بازی زیرا کہ دریں راہ بسی شیب و فراز است

(ہاں دیکھ اس راہ میں قدم سمجھ کر رکھنا، کیونکہ اس راہ میں نشیب و فراز بہت ہیں)

بعد اس کے فرمائے سبحان اللہ صدیق اکبر پوچھتے ہیں مَا الْاِیْمَان (ایمان کیا ہے؟) تو دوسرے کیا کہہ سکتے ہیں، اور ایسے ایمان پر کیونکر اعتماد کیا جائے۔ زہے ہمّت سالک، ہمت ایسی ہونی چاہئے تاکہ ایمان کے صحرا اور جنگل طے ہو سکیں اور امید ہو کہ منزل تک پہونچ جائے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جب کسی نے محبت کا دعوی کیا اُسے دو بلاؤں کے لئے خود کو سازگار بنا لینا چاہیئے۔ اِس کے بعد جان کی محبت اپنے اندر سرے سے نہ پائے۔ اس بلا کی وجہ سے جو حق کی جانب سے ہوتی ہے۔ اور دوسرا درجہ اس بلا کا ہے جو

مخلوق کی جانب سے کرائی جاتی ہے اِسی لئے یہ محبّین کا گروہ ہرگز کبھی بھی محبت کا دعویٰ نہیں کرتا کیونکہ وہ دونوں کا حشر دیکھ چکا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دعویٰ کے بعد اللہ کی جانب سے برہان کی طلب ہوتی ہے۔ اس کے باوجود پھر بھی کاروبار محبت سے نہیں رکتے ہیں یہ امید رکھتے ہوئے شاید کہ پہونچیں جہاں تک پہونچ سکیں، دوادوش کبھی بھی نہیں چھوڑتے اور آدمی جب تک زندہ ہے اسے جد وجہد سے باز نہیں آنا چاہیئے۔ دعویٰ بادشاہی کا ہرگز نہ کرو۔ آقا کی غلامی میں دیدار کا انتظار کرتے رہو، ظاہر ہے ان احوال میں کوئی بھی انبیاؑ کے کمال کو کیسے پہونچ سکتا ہے۔ اس کا یہی حال رہا ہے، بلائیں جتنی زیادہ نازل ہوں مذہب عشق میں صبر و استقامت اتنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

جیسا کہ نوح علیہ السلام کا قصّہ ہے کہ آپ نے نوسو پچاس سال کی عمر پائی۔ روزانہ دعوت اسلام دیتے اور قوم ہر روز اینٹ و پتھر مارتی، یہاں تک کہ ایک روز ستر مرتبہ آپ کی قوم نے اس درجہ ستایا کہ ہر بار بے ہوش ہو جاتے، جب ہوش،

میں آتے تو پھر خلق کو دعوت اسلام دیتے، دیکھ لو یہ قوت دوسروں کی فطرت میں کہاں ہے۔ اِسی معنی کو ایک عزیز نے کہا ہے ؂

می نہ دانم کیں چہ مرداں سودہ اند | کز عمل یکدم نمی آسودہ اند
لاجرم در بندگی سلطاں شدند | مہترِ خلقِ جہاں ایشاں شدند
درد ایشاں نیست از کسب عطاست | کے چنیں دردے شود از کسب راست

دیتے نہیں کہ یہ مردان راہ کس بلند مقام کے تھے کیونکہ عمل سے کبھی بھی انہیں آسودگی نہ ہوئی آخر اس مقام پر آئے کہ حق کی غلامی میں شامل ہوئے اور شہنشاہ بن گئے، تمام مخلوق کے سردار ہوئے، حق یہ ہے کہ ان لوگوں کے جیسا درد کسب سے نہیں ہے بلکہ عطائے حق ہے، ایسا درد کسب کے ذریعہ کہاں راس آتا ہے)۔ بلا ہر ایک پر نازل ہوتی ہے لیکن بندہ کی قوت برداشت اور اس کے حسب حال بلا کا نزول ہوتا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی والدہ سے صبح کے وقت جدا کیا اور مغرب کے وقت تک آپ کو آپ کی والدہ کے پاس واپس پہونچا دیا اور جناب یوسف علیہ السلام کو یعقوب علیہ سے جدا کیا

تو اسّی سال کے بعد ملاقات کرائی۔ اِس کا یہ مطلب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کمزور عورت تھیں ان کو اس بلاو سختی کے برداشت کی طاقت نہ تھی، صبح کو جُدا کیا اور شام کو واپس دیدیا اور یعقوب علیہ السّلام پیغمبر اور مَرد تھے، اِس بَلا و فراق کے اُٹھانے کی قوت تھی اِنَّ اَشَدَّ البَلاءِ عَلَے الاَنْبِیاءَ ثُمَّ الاَمْثَلُ فَالاَمْثَلُ سخت ترین بَلائیں پیغمبران علیہم السلام پر نازل ہوئیں، بعد ان کے جو ان سے زیادہ مماثلت رکھتے تھے پھر ان سے جو قریب تھے درجہ بدرجہ)
جب جناب ایوب علیہ السّلام کے جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہوگئے اور آپ اس بَلا میں مبتلا ہوئے تو نوبت یہاں تک پہونچی کہ کیڑوں نے گوشت کھالیا اور ہڈیوں تک پہونچ گئے تو بھی آپ نے نالہ وفریاد نہیں کی۔ جب کیڑوں نے دل اور زبان مبارک کا قصد کیا تو حضرت ایوب علیہ السّلام نے نالہ وفریاد کی۔ آپ کا یہ نالہ و فریاد بَلا کی زحمت کے سبب سے نہ تھا بلکہ دل و زبان کے ضایع ہونے کے سبب تھا۔ یعنی اگر دل وزبان کو یہ کیڑے کھاگئے تو ذکر ختم ہوجائے گا اور ہم ذکر سے محروم ہوجائیں گے۔ اِسی حالت میں

آپ نے مناجات کی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے اِذ نادیٰ رَبَّہٗ اَنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنتَ اَرحَمُ الرّٰحِمِینَ (جناب ایوبؑ نے جب پکارا اپنے رب کو اے میرے اللہ میرا حال یہ ہو گیا ہے کہ میں نے ضرر کا احساس کر لیا ہے میرے اِس نزول پہ رحم فرما تُو بڑا رحم کرنے والا ہے)

بعد اس کے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام کے قصّہ کا ذکر ہوا، بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السّلام منبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ ایک دیوانہ ظاہر ہوا اور کہا مَنْ عَالِمُ النَّاس (لوگوں میں سب سے زیادہ علم کسے ہے؟) حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا اَنَا اَعْلَمُ النَّاس (سب سے زیادہ علم مجھے دیا گیا ہے) لیکن خدائے تعالیٰ سے پوچھتا ہوں' پہاڑ پر گئے اور سوال کیا۔ فرمان ہوا میرے بندوں میں ایک بندہ ہے جس کا نام خضر ہے وہ تم سے زیادہ دانا ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی الٰہی! انہیں مجھے دِکھلا دے اور موقع عنایت فرما کہ میں ان سے علم حاصل کروں'

خدائے تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور اس کا موقع عنایت فرمایا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام ان سے علم حاصل کریں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تلاش شروع کی اور وہ انہیں مل گئے جیسا کہ قرآن میں ہے فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ (پایا انہوں نے میرے بندوں میں سے ایک بندہ کو جسے میں نے اپنی خاص رحمت عنایت کی تھی اور اپنی جانب سے خاص علم دیا تھا) جب موسیٰ علیہ السّلام آپ کی تلاش میں نکلے اور اُن سے ملاقات ہوگئی تو حضرت خضر علیہ السّلام نے کہا کہ اے نبی اللہ کس کام سے آپ آئے ہیں؟ کہا کہ آپ کی شاگردی کے لئے۔ خضر علیہ السلام نے کہا آپ ہمارے ساتھ صبر (برداشت) نہ کرسکیں گے جیسا کہ اللہ نے کہا ہے قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ (کہا تم میرے ساتھ رہ کر صبر کی تاب نہ رکھو گے) موسیٰ علیہ السّلام نے کہا ہم صبر کریں گے، پس خضر اور موسیٰ علیہم السلام دونوں ساتھ چلے، یہاں تک کہ ایک کشتی پر پہونچے اور دونوں کشتی میں سوار ہوگئے۔ خضر علیہ السّلام نے کنارہ پر پہونچ کر کشتی کو توڑ دیا، موسیٰ

علیہ السّلام نے پوچھا کہ دوسرے کی کشتی کو کس سبب سے شکستہ کر دیا؟ خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ کیا ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے جیسا کہ قرآن میں ہے قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ۝ (خضر نے کہا میں نے قبل تم سے کہا تھا کہ تم میں صبر کی تاب نہ رہے گی) موسیٰ علیہ السّلام نے کہا تنگ دلی کے سبب کہہ گیا میری گرفت نہ فرمایئے۔ جب اس کشتی سے اُترے دونوں چلے، ایک لڑکے کو دیکھا کہ لڑکوں میں کھیل رہا ہے، خضر علیہ السلام لڑکوں کے بیچ گئے اور اُس لڑکے کو پکڑ لائے اور مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے کہا اِس بچے کو بے قصور کیوں مار ڈالا اتنا بُرا کام کیا، کیا اِس پر قصاص نہ ہوگا؟ خضر علیہ السلام نے کہا کہ کیا ہم نے یہ نہ کہا تھا کہ آپ ہمارے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں رکھتے میری صحبت چھوڑ دیجئے اور ہم سے علیٰحدہ ہو جایئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر اس کے بعد پھر سوال کروں تو مجھکو اپنی صحبت میں نہ رہنے دیجئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِىْ (جناب موسیٰ علیہ السّلام نے کہا اب اگر

میں نے تم سے کچھ پوچھا تو تم مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا) پھر دونوں روانہ ہو کر ایک دیہات پہونچے، اس گاؤں میں ایک دیوار خراب ہو گئی تھی۔ خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو بلا مزدوری لئے ہوئے درست کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا دیوار بلا اُجرت کے کیوں بنا دی؟ خضر علیہ السلام نے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ (جناب خضرؑ نے کہا اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی کی گھڑی آ گئی) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یا خضر علیہ السّلام میں اس وقت تک آپ کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ آپ ہر ایک کو بیان نہ فرما دیں اور جب تک کہ میں آپ سے یہ علم سیکھ نہ لوں اس وقت تک میرا جُدا ہونا درست نہ ہوگا۔ یہ جو کچھ آپ نے کیا اس سے مجھے آگاہ فرمائیے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ وہ کشتی ان غریبوں کی تھی جو اس سے روزی کماتے تھے، ایک ایسا ظالم بادشاہ پیچھے سے آرہا ہے اور وہ ان ساری کشتیوں کو جو بے عیب ہوتی ہیں اپنے مِلک و قبضہ میں کر رہا ہے، میں نے اس کشتی کو اِسی لئے عیب دار کر دیا تاکہ وہ بادشاہ اس کشتی کو

نے اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسَاکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِیْبَهَا وَکَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا
(کشتی کی صورت حال یہ ہے کہ وہ کچھ غریب مزدوروں کی تھی جو دریا میں مزدوری
کرتے ہیں میں نے اُسے عیب دار بنانے کا ارادہ کیا اِس لئے کہ پیچھے سے ایک
بادشاہ کی آمد تھی جو اچھی کشتیوں کو قبضہ میں کر لیتا) اور جو اس لڑکے کو
ہم نے مار ڈالا اس کا سبب یہ تھا کہ اس کے ماں اور باپ مسلمان
و پارسا ہیں اور وہ کافروں کا دلدادہ ہے۔ اس کے ماں باپ
چاہتے ہیں کہ مار ڈالیں اِس لئے ہم نے اس کو مار ڈالا تاکہ اس کے
ماں باپ چھٹکارا پاجائیں، خدائے تعالیٰ ان لوگوں کو ایک دوسرا
لڑکا دے گا جو پارسا اور مہربان ہوگا جیسا کہ قرآن میں ہے وَاَمَّا
الْغُلَامُ فَکَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَا اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا
وَّکُفْرًا (اور نابالغ بچے کے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے والدین مومن
تھے، مجھے اس کا خدشہ ہوا کہ آئندہ زندگی اپنی بغاوت اور کفر کی وجہ سے آخرت
کی ناکامی کے مستحق نہ ہوں)۔ اور وہ دیوار جس کی ہم نے مرمت کر دی
اور درست کر دیا اس دیوار کے اندر دو یتیموں کا خزانہ تھا اگر وہ گر جاتی

تو وہ دفینہ باہر آجاتا لوگ اس کو لے لیتے اور وہ دونوں یتیم اس سے محروم ہو جاتے خدائے تعالیٰ نے اس خزانہ کو ان یتیموں کے لئے عنایت فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ (دیوار کے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ شہر میں دو نابالغ یتیم بچے ہیں اور اس دیوار کے نیچے خزانہ ہے جو ان لوگوں کے لئے چھپا رکھا ہے۔ ان کے والدین صالح لوگوں میں تھے تو ہمارے رب نے ارادہ کیا کہ یہ بچے بالغ ہو لیں تو اپنا خزانہ نکال لیں گے۔ یہ تمہارے رب کی رحمت کا اہتمام ہے میں نے جو کچھ کیا اپنی طرف سے نہیں کیا ہے اور یہی ہے ان واقعات (گذشتہ) کی تفصیل جس پر تم صبر نہ کر سکے)۔ اس خزانہ میں جو کہ دیوار میں مدفون تھا کیا چیز تھی اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ خزانہ یہی زر و نقرہ و مال دنیاوی ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے خزانہ فرمایا ہے اور بعض کا قول

ہے کہ اس دیوار کے نیچے ایک تختہ رکھا ہوا تھا اُس تختہ میں چند کلمات لکھے ہوئے تھے اور وہ یہ دو کلمے ہیں، ایک مَنْ اَیْقَنَ بِالْقَدْرِ کَیْفَ یَحْزَنُ (جس کو تقدیر پر یقین آگیا کیسے مغموم ہوگا) اور دوسرا کلمہ مَنْ اَیْقَنَ بِالْمَوْلٰی کَیْفَ یَفْرَحُ (اور جو مولی پر یقین رکھتا ہے کس طرح مطمئن ہو کر مسرت میں گم ہوگا)۔ پس موسیٰ علیہ السّلام وہاں سے لوٹ گئے۔ اس کے بعد تکبر اور خود بینی کا ذکر ہونے لگا بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ اے برادر اِس پر کس کی نظر ہے کہ اُس لعین نے کیا کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں اُس سے بہتر ہوں) سب جانتے ہیں کہ اِس بارے میں اس کے ساتھ کیا پیش آیا اور اس کا کیا حال ہوا، رمز یہ ہے کہ کہا ہے ؎

چند بر خود بنگری رو قصّۂ شیطاں بخواں
تا ترا معلوم گردد حالِ آں خود بیں چہ شد

(کب تک خود بینی میں لگے رہو گے، جاؤ شیطان کے قصّہ پر غور کرو تاکہ تم پر یہ معاملہ کھل جائے کہ اُس کی خود بینی کی وجہ سے اُس کا کیا حال ہوا) بندگی مخدوم شرفہ اللہ نے فرمایا کہ ہر جنس اور ہر مال کا دعوی کرنا آسان ہے مگر اس

دعویٰ کی دلیل پیش کرنا دشوار ہے۔

ستر ہویں مجلس (۱۷) } دسویں ماہ شعبان روز جمعہ سنہ مذکور آستانہ عالیہ کی خاکبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ خانۂ کعبہ کی فضیلت کا ذکر ہو رہا تھا۔ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر مرتب فرمائی رب العالمین کا حکم آیا کہ میرے بندوں کو پکار دیجئے کہ وہ خانۂ کعبہ کی زیارت کو آئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی خدایا آپ کے بندے میری آواز کیونکر سن سکیں گے؟ حکم ہوا کہ ندا کرنی تمہارا کام ہے اور آواز سنوا دینا میرا کام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قبیس کی پہاڑی پر جا کر ندا کی کہ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَرَنِی بِبِنَاءِ الْکَعْبَۃِ فَبَنَیْتُھَا فَبِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی دَعَوْتُکُمْ فَاَجِیْبُوْ لِیْ زِیَارَتَھَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ (اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجکو حکم کیا کعبہ کے بنانے کا تو میں نے اسکو بنادیا پھر اللہ کے حکم سے مَیں نے تم لوگوں کو دعوت دی تم اسے قبول کرو، اس کی زیارت کے ذریعہ اللہ تم لوگوں کے گناہوں کو معاف کردے گا)

خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آپ کی آواز کو ان لوگوں کے کانوں تک پہونچا دیا جو کہ باپوں کی پشت اور ماؤں کے پیٹ میں تھے، جس نے اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا و پکار سُنی اور ایک بار لبیک کہی اُس نے ایک بار حج ادا کیا اور جس نے دو بار لبیک کہی اُس نے دو حج ادا کیا اور جس نے تین مرتبہ لبیک کہی اُس نے تین حج ادا کئے اور اس سے زیادہ جتنی مرتبہ جس نے لبیک کہی اُس نے اُتنا ہی حج ادا کئے۔ اور جس نے لبیک نہ کہی اس نے ہرگز حج نہ کیا اور اس نے اس کی توفیق نہ پائی۔ زیارت خانہ کعبہ کی دولت و نعمت ہر زمانہ میں تھی اور ہے اور تاقیامت رَہے گی، جن لوگوں نے اِس دعوت کو قبول کیا وہ حج کی دولت پائیں گے۔ بعد اس کے یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حاجیان ایام حج اور علاوہ دنوں میں بھی طواف کے بعد سعی کے لئے صفا و مروہ میں جاتے ہیں، وہاں صفا اور مروہ کے نزدیک ہی ایک بوڑھی لنگڑی عورت بیٹھی رہتی تھی اس کا کام یہ تھا کہ جو حاجی سعی کرنی چاہتے وہ اپنے کمبل اور کپڑے اس لنگڑی عورت کے سپرد کر دیتے اور

خود سعی کرنے۔ ایک دن ایک مرد جو ملک ہند سے حج کے لئے
مکہ گئے تھے بعد حج سعی کرنے کو کوہ صفا و مروہ میں گئے اس
بوڑھی عورت کو انھوں نے پہچانا، اس سے کہا کہ تو فلاں جگہ
رہتی ہے، اس عورت نے کہا کہ میں یہاں رہتی ہوں اور تمام
سال اِس کام کے سوا کوئی کام نہیں کرتی تاکہ لوگ سعی کریں، اس کے
بعد فرمائے کہ قبلہ کے طواف کے وقت جو لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ
لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اَنِ الْحَمْدُ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکُ
لَاشَرِیْکَ لَکَ (ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں
ہم حاضر ہیں بیشک حمد و نعمت سب تیری ہے اور سلطنت تیری ہے اور تیرا
کوئی شریک نہیں) کہتے ہیں، یہ جواب اس دعوت کا ہے جو حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے ندا کی تھی، جو لوگ اس سعادت کو پائے ہوئے
ہیں انہوں نے وہ پکار سُنی ہے اور اس دعوت کو قبول کیا ہے۔ بعد
اس کے فرمائے کہ عرب کی دو خاصیت ہے، ایک ایفائے عہد
کہ ہرگز عہد شکنی نہیں کرتے، دوسرے ضیافت (مہمان نوازی)
یہ مہمان داری بے حد کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کے یہاں گیا

تو پھر وہ نہیں چاہتے کہ دوسرے کے یہاں جائے۔ ان لوگوں کی اپنی لونڈیوں اور نوکروں کو ہدایت ہوا کرتی کہ اگر ہم گھر میں نہ ہوں اور کوئی مہمان پہونچ جائے تو تم لوگ اس کی مہمان داری کرو، وہ میرے گھر سے محروم واپس نہ جانے پائے۔ روایت ہے کہ جب موسیٰ اور خضر علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور دونوں چلے، یہاں تک کہ ایک قریہ (دیہات) میں پہونچے، بھوکے تھے، کھانے کی کوئی چیز چاہی تاکہ غذا کریں۔ اس گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی کوئی چیز انھیں نہ دی، جب یہ خبر سارے عرب میں مشہور ہوئی کہ دو پیغمبر فلاں قبیلہ میں پہونچے تھے، اُن سے کھانا طلب کیا کسی نے بھی ان کو کھانے کی کوئی چیز نہ دی، دونوں پیغمبر بھوکے سو رہے تو اہل عرب نے یہ طے کیا کہ کوئی شخص اس قبیلے میں نہ اپنی لڑکی دے نہ اپنے لڑکے کے لئے کوئی لڑکی لائے، آج تک یہی حال ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جس دیہات میں پیغمبر خدا آئے اور وہاں کے لوگ ان کو مہمان نہ رکھیں، ایسے لوگ ہرگز رشتہ کے لائق نہیں ہیں اگرچہ جن لوگوں نے حضرت موسیٰ اور خضر علیہم السلام کو مہمان نہیں رکھا

وہ سب کے سب مر چکے ہیں، تاہم اُن کے آل واولاد سے یہ داغ
نہ مٹا، چنانچہ یہ روایت ہے کہ جب ہمارے رسول علیہ السلام
مسندِ رسالت پر جلوہ افروز ہوئے اور خلق کو دعوتِ اسلام فرمانے
لگے اور آپ پر وحی آنے لگی اور یہ قصّہ رسول علیہ السّلام پر بذریعہ
وحی نازل ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حَتّٰیٓ اِذَآ اَتَیَآ اَھْلَ
قَرْیَۃِ اِۨسْتَطْعَمَآ اَھْلَھَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا (یہاں تک کہ جب
ایک گاؤں والوں کے پاس پہونچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اور
انھوں نے اُن کو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا) اس گاؤں والوں نے جب
یہ سُنا کہ میرے قصّہ کی خبر پیغمبر علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ ہوگئی ہے، بہت افسردہ ہوئے
اور کہنے لگے اب قیامت تک یہ داغ ہم لوگوں کی پیشانی پر رہ گیا
سب متفق ہوئے اور کہنے لگے یہی موقع ہے کیونکہ اسلام کا آغاز
ہے اور رسول علیہ السلام مکہ سے مدینہ ہجرت فرما کر تشریف لائے
ہیں، آپ کے اصحاب مفلس ہو کر ساتھ آئے ہیں سبھوں کو مال
واسباب کی حاجت ہوگی، چلو مال واسباب لے کر حضور علیہ السلام
کے پاس چلیں اور عرض کریں۔ سب کے سب جمع ہو کر حضورؐ کے پاس

آئے عرض کی یا رسول اللہ حضور پر ہم لوگوں کے قصّہ کے متعلق آیت اُتری ہے فَابُوْ کو فَاتُو کر دیجئے ب کو ت سے بدل دیجئے تاکہ یہ ابدی لعنت کا داغ ہم سے مِٹ جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہی برہم ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے جواب دیا کہ یہ خدا کا کلام ہے کسی کی قدرت نہیں ہے کہ اس میں ردوبدل کرے، اس کے سوا کوئی دوسرا کام ہمارے متعلق ہو تو کہو کہ میں قبول کروں۔ الغرض وہ پوری جماعت اپنے مال واسباب لے کر افسردہ واپس گئی اور یہ داغ قیامت تک اُن کی پیشانی پر رہ گیا۔ بعد اس کے فرمائے کہ جب ہجرت فرض ہوئی جتنے مسلمان کہ مکّہ میں تھے مدینہ جانا شروع کر دیا تو کافروں نے یہ طئے کیا کہ مکہ کے ہر چہار طرف سولی لٹکائی جائے اور جس شخص کو مکہ سے مدینہ کی طرف جاتا ہوا دیکھیں گرفتار کرلیں اور دار پر کھینچ دیں، اس دشواری کے ساتھ مومنوں نے ہجرت اختیار کی سُبحان اللہ کیا قوت ہے اور کیا مسلمانی ہے

ص

گر رہگذرِ عشق تو بردار بود | آساں بود لے نہ دشوار بود
از خار چہ باک باشد اورا | معشوق دِلش میانِ گلزار بود

(اگر تیرے عشق کی راہ دار پر ہو کر بھی گذرتی ہو تو بھی یہ عاشقوں کے لئے آسان ہے دشوار نہیں، کانٹوں کا اسے کیا خدشہ جس کا معشوق باغ میں ہو) جب رسول علیہ السلام نے دیکھا کہ مومنوں کو بڑی سختی دشواری پیش آئی ہے جتنے لوگ مدینہ میں آئے ہیں ان تمام آنے والوں کے لئے کوئی صورت اور کوئی تدبیر نکالنی چاہیئے تاکہ مدینہ میں اُن لوگوں کو استقامت حاصل ہو، اس لئے کہ سب کے سب مفلس و بے نوا ہو کر آئے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لوگوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ اگر تم لوگ سوچ سمجھ کر اور آپس میں مشورہ کرکے جواب دو تو ہم تم لوگوں سے ایک سوال کریں، تمام لوگوں نے کہا یا رسول اللہ بہت بہتر ہو، بعد اس کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ مکّہ کے مومنوں پر ہجرت فرض ہوئی ہے، اسی حکم پر وہ سب اپنے مال واسباب چھوڑ کر اور مفلس ہو کر آئے ہیں کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے تاکہ ان لوگوں کو استقامت حاصل ہو۔ تمام اہل مدینہ گئے اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے، پہلے کہا کہ تمام چیزیں دیدوں، اس کے بعد سوچا کہ کچھ رکھ لینا چاہیئے تاکہ اوقات گذاری ہو سکے بعد اس کے سب اس فیصلے پر متفق ہو گئے کہ جو کچھ ہم لوگ رکھتے ہیں اس کو نصفا نصف کر دیں، یہ شکل سب کو پسند آئی اور اس پر سبھوں کو اطمینان

ہوا اور سب کے سب اِس پر متفق اور خوشدل ہو کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے، عرض کی یا رسول اللہ ہم لوگوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا، ہم سبھوں کا اس پر اتفاق ہوا کہ جو کچھ ہم لوگوں کے پاس ہے وہ ہم لوگوں اور مہاجروں میں نصفا نصف تقسیم ہو جائے، اِس فیصلے کے بعد جتنے مہاجرین کہ مکہ سے آئے تھے انصاریان اپنی ساری چیزوں کو آدھے آدھ کر کے نصف ایثار کر دیتے ۔

گر دلت آگہ ز معنیٰ آمدہ است کارِ دینت ترک دنیا آمدہ است

(تیرے دل کو اگر معنیٰ کی آگاہی حاصل ہے تو تجھے اس حقیقت کا پتہ ہو گا کہ دین کی کامیابی دنیا کے ترک میں ہے) ۔ بعد اس کے فرمائے کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں انصاریوں کی اس طرح تعریف فرمائی ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللہِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَ کَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰھِرِیْنَ (اے ایمان والو! اللہ کے انصار (مددگار) بن جاؤ جیسا کہ فرمایا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے کہ کون میرا انصاری ہے اللہ کے لئے تو ایمان لایا بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اور کفر کیا ایک گروہ نے تو مدد کی ہم نے ایمان والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں تو ہو گئے وہ غلبہ

پانے والوں میں) جس شخص نے اُس دن ایک سیر جَو مہاجرین کو دیا ہے
آج اگر کوہ اُحد سونا ہو جائے اور کوئی یہ سونے کا پہاڑ کسی کو بخشدے
تو از روئے ثواب اس کے مقابلے میں ایک ذرہ بھی نہیں۔ جو برتاؤ
اور ایثار انصاریوں نے مہاجروں کے حق میں کیا ہے ویسا کوئی
نہیں کرے گا۔ یہ دولت بجز اُن لوگوں کے اور کسی کے نصیب میں
نہیں اور نہ یہ نعمت ہر ایسے ویسے کے لایق ہے مشارق میں انصاریوں
کی صفت سے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
لَوْ سَلَكَ النَّاسُ شِعْبًا وَ سَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا سَلَكْتُ
شِعْبَ الْاَنْصَارِ (حضور صلعم نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک گھاٹی کی راہ
اختیار کریں اور انصار دوسری گھاٹی کی تو میں اُسی گھاٹی کو اختیار کروں گا
جس پر انصار چلیں)

اٹھارہویں مجلس (۱۸)

بیسویں ماہ مذکور روز یکشنبہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کا شرف
حاصل ہوا۔ اِس غریب نے عرض کی کہ کسی کو اس کا علم ہے کہ عاقبت
وخاتمت کا کام ٹھیک انجام پایا یا نہیں؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے

فرمایا کہ یہ مسئلہ کسی پر نہیں کُھلا ہے اور نہ معلوم ہوگا مگر جنھیں پیغمبران علیہم السّلام نے ان کی عاقبت وخاتمت کی ان کو خوشخبری دی ہے اور جنہیں حضور صلعم نے بشارت دی ہے جیسے کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باوجود اِس بشارت کے بھی یہ لوگ خوف سے غافل نہیں ہیں، بلکہ ان لوگوں کے خوف ورجا (امید وبیم) کی کوئی انتہا نہیں۔ روایت ہے کہ ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خوف اِس حد کو پہونچا ہوا ہے کہ اگر کل قیامت کے دن ندا ہو کہ آج بجز ایک تن کے کوئی دوزخ میں نہ جائے گا تو مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ ایک تن میں ہی ہوں اور میری اُمید اس انتہا کو پہونچی ہوئی ہے کہ اگر کل قیامت کے دن یہ منادی کی جائے کہ آج بہشت میں بجز ایک تن کے کوئی نہیں جائے گا تو میں یقین کر لوں کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں، تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کو معلوم نہیں ہے کہ اسکی عاقبت وخاتمت کیا ہوگی، اگر یہ بات کسی کو معلوم ہوتی تو شیطان کو معلوم ہوتی کیونکہ وہ معلم الملکوت تھا اور سات سو ہزار سال کی عبادت کی پونجی رکھتا تھا اور اس کے منبر کو عرش کے پایہ پر رکھا تھا

جب نا دم مردود بارگاہ کر دیا گیا اور مشیت کا رمز ظاہر ہوا تو لعنت کا داغ اس کی پیشانی پر کھینچ دیا گیا اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (بیشک تجھ پر ہماری لعنت ہے قیامت تک کے لئے) اور وہ ملعون اپنے سر پر خاک اڑاتا ہوا یہ کہتا ہے ؎

در دو عالم نیست از سر تا بپائے — ہیچ جائے تا نہ کردم سجدہ جائے
منکہ بر ابلیس لعنت کردمے — خویشتن را شکر نعمت کردمے
پائے تا سر عین حسرت گشتہ ام — در ہمہ آفاق عبرت گشتہ ام
ناگہے سیلاب محنت در رسید — پس شبیخونی ز لعنت در رسید
من ندانستم کہ بیگانہ منم — عاقل ایشانند و دیوانہ منم
صد ہزاراں سال طاعت کردنی — طوق لعنت می کند در گردنی

(ہر دو عالم کا کوئی نشیب فراز ایسا نہیں جہاں میں نے سجدہ نہ کیا ہو، ہاں میں ہی تو وہ تھا کہ اپنے حال سے بے خبر تقدیر ابلیس کا حال معلوم کر کے لعنت کیا کرتا تھا اور اپنی عبادت گزاری پر شکر نعمت۔ لیکن از سرتا پا حسرت میں ڈوبا ہوا ہوں تمام عالم کے لئے عبرت بنا ہوا ہوں اچانک محنت مصیبت کا سیلاب آیا میرے حال پر لعنت کا شبخوں مارا، مجھے کیا خبر تھی کہ وہ بیگانہ جس پر میں لعنت کیا کرتا تھا

خود میں ہوں، میرے علاوہ سب عاقل ہیں اور میں ہی دیوانہ ہوں۔ اب مجھے پتہ چلا کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہزاروں سال طاعت کرنے کے بعد لعنت کا طوق گلے میں ڈال دیا جاتا ہے)۔

اِس کے بعد موت کے متعلق باتیں ہونے لگیں، فرمایا کہ موت ایک ایسی چیز ہے کہ اولاد کو یتیم بنا دیتی ہے اور باپ کو بے اولاد اور خانماں برباد کر دیتی ہے، ملک و سلطنت کو ایک آن میں پریشانی میں ڈال دیتی ہے جیسا کہ کہا ہے ؎

اے مرگ ہمیشہ غارتِ جاں تو کنی — فرزند یتیم و خانہ ویراں تو کنی
ملکے کہ بصد سال فراہم گردد — در دَم زدنے جملہ پریشاں تو کنی

(اے موت تو ہمیشہ جان پر ڈاکہ ڈالتی ہے، فرزندوں کو یتیم، گھروں کو ویرانہ بناتی ہے، وہ سلطنت جو سیکڑوں سال میں حاصل ہوتی ہے ایک آن میں تو اسکو تہس نہس کر دیتی ہے)۔ ؎

اے خواجہ مشو غرہ گر ملک جہانداری — چوں موت رسد ناگہ ایں جملہ تو بگذاری

(اے شخص تو اس بات پر نازاں نہ ہو کہ تو مملکت رکھتا ہے جہاں موت پہونچ گئی ان سب کو تو چھوڑ جائے گا)۔ موت ایک ایسی چیز ہے کہ ہر روز ہر شخص کو

ایک نیا غم و درد پہونچاتی ہے اور ہر ایک کا دل زخمی کرتی ہے۔

نقل ہے، اے برادر جس دم ملک الموت پہونچتا ہے تو کہتا ہے اَقْبِضُ رُوْحَ هٰذَا الْعَبْدِ بِالسَّعَادَةِ اَوْ بِالشَّقَاوَةِ (کہ اے میرے اللہ تیرے اس بندہ کی رُوح کن لوگوں کی طرح قبض کروں سعید رُوحوں کی طرح یا شقی روحوں کی طرح) کچھ نہیں معلوم کہ اس گھڑی کیا جواب ملے گا ایا سعادت پر خاتمہ ہوگا یا شقاوت پر، مردود ہوں یا مقبول، کچھ بھی خبر نہیں ؎

راندۂ سابقت ندانم چیست — خوندۂ خاتمت ندانم کیست
بد ما نیک نشد چو پذیرفتی — نیک ما گشت بد چو بگرفتی

(کچھ نہیں معلوم ازل میں میرے لئے کیا فیصلہ ہو چکا ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ خاتمہ کس حال پہ ہوگا۔ میری بُرائیاں بھی ٹھیک ہوں اگر تو مقبولوں میں شمار کرلے اور میری نیکی کا بُرا حال ہو اگر تو پکڑ کرے)۔

بعد اس کے فرمایا کہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ جو کوئی ان کے پاس جاتا اس سے کہتے کہ اے بھائی جہاں کہیں موت قیمتاً ملے خرید کر میرے لئے لے آؤ۔ آخر الامر جب سکرات موت میں مبتلا ہوگئے

لوگوں نے سوال کیا کہ کیا حال ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا گویا سات طبق زمین میرے نیچے ہے اور سات طبق آسمان میرے اوپر ہے اور میں ان دونوں کے بیچ پسا جا رہا ہوں۔ اے بھائی حدیث شریف میں آیا ہے لَوْ اَنَّ قَطْرَۃً مِّنْ اَلَمِ الْمَوْتِ وُضِعَتْ عَلٰی جِبَالِ الْاَرْضِ لَذَابَتْ کُلُّھَا (اگر موت کے درد کا ایک قطرہ زمین کے سارے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یقیناً پگھل جائے)۔ نقل ہے کہ کل قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تمام مخلوق مردہ ہو جائے گی، مگر جناب عزرائیل علیہ السّلام زندہ رہیں گے۔ اس وقت فرمان ہوگا اے عزرائیل کوئی شخص زندہ بچ رہا ہے؟ وہ عرض کریں گے خداوندا تو بہتر جانتا ہے، سوائے میرے کوئی دوسرا زندہ نہیں ہے۔ حکم ہوگا اپنی جان بھی قبض کیجئے۔ جب دم موت کا درد اُن کو پہونچے گا، اتنا چیخیں گے کہ اگر پہلی و آخری تمام مخلوق زندہ رہتی تو ان کی اس آواز کی دہشت سے سب کے سب مر جاتے۔ بعد اس کے زبان مبارک سے فرمایا کہ سُبْحَانَ مَنْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَۃِ وَالْبَقَاءِ وَقَھَرَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ (پاک ہے وہ ذات جسے قدرت و بقا کی عزت حاصل

ہے اور قاہر ہے بندوں پر موت وفنا کے ذریعہ)۔

روایت ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وقت آیا ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا لایا گیا، دست مبارک اس میں ڈالتے اور سینۂ اطہر پر ملتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتَ الْمَوْتِ وَعَلٰی اُمَّتِیْ (یعنی اے اللہ آسان کر دے سکرات موت مجھ پر اور میری امت پر)۔ تو اے بھائی سمجھنا چاہیئے جبکہ خواجۂ موجودات باوجود معصوم ہونے کے موت کی سختی سے نالہ فرما ہیں اور ملک الموت سے نرمی خواہ ہیں تو دوسرے کی کیا ہستی ہے۔ اس غریب نے عرض کی کہ انبیا واولیاء اور دوسرے لوگوں کو سکرات برابر ہے یا کم وبیش؟ فرمایا کہ نفس موت میں سب برابر ہیں اور اس شربت کا مزہ سب کو چکھنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ (ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے) لیکن سکرات میں فرق ہے، ہر ایک کے لئے اس کے کردار کے اندازہ سے ہے، اور حیوانات کے حق میں کہ ان کو سکرات منع فضل کے سبب ہے اس لئے کہ حیات فضلی اُن کے حق میں تھی۔ اور بعض بچوں کو

کہ دو تین دن سکراتِ موت ہوتی ہے یہ اُن کے درجات کے سبب ہے' اس لئے کہ دنیا میں اُنہوں نے کوئی رنج وغم نہیں دیکھا ہے آج جس کو یہاں اندوہ وغم زیادہ ہے کل قیامت کے دن اس کے درجات زیادہ ہوں گے۔ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے بچّے ماں باپ (کے ایمان کے) حکم کے تحت ہیں (یعنی جو ایمان و اسلام ماں باپ کا ہے وہی ایمان و اِسلام بچّوں کا مانا جائے گا۔ مترجم) جب وہ بالغ ہوتے ہیں تو ان کے لئے ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے۔ بچے جب تک کہ بچّے ہیں ایمان حکمی رکھتے ہیں نہ ایمان حقیقی۔ شریعت کے احکام ان پر لازم نہیں آتے، مثلاً اگر کوئی بچّہ چھٹپنے میں مر جاتا ہے تو ہم لوگ اُس کو مسلمان کہتے ہیں' مسلمان کہنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ کا ایمان اس کا ایمان ہے اور کافروں کے بچّے بھی ماں باپ کی طرح پر ہیں۔ ان کے ماں باپ کا کفران کا کفر ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ جب کوئی کافر اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے بچّوں کو بھی ہم لوگ مسلمان جانتے ہیں اِس لئے کہ اُس کے باپ کا اسلام اُس کے

بچوں کا اسلام ہے، تو اُن کے ماں باپ کا کفران کے بچوں کا کفر ہے، آخرت کے حکم میں اختلاف بہت ہے۔ امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ لَا اَدْرِیْ (ہم نہیں جانتے ہیں) اور صاحبین کے نزدیک وہ یہ کہ ان لوگوں کو (ان بچوں کو) اعراف میں رکھیں گے۔ اعراف درمیان بہشت و دوزخ کی ایک جگہ ہے، کیونکہ اُن میں نہ کفر دیکھتا ہوں کہ کفر کے سبب دوزخ میں جائیں اور نہ اسلام نظر آتا ہے کہ اِسلام کی وجہ سے بہشت میں جائیں، مگر ایک تیسری جگہ ہے اور وہ اعراف ہے" ایک اور قول کے مطابق یہ ہے کہ یہ لوگ بہشت کے غلمان ہیں اور بہشت میں مومنوں کے خدام ہوں گے۔ بعد اس کے فرمائے کہ جس شخص کی عاقبت و خاتمت اور اس کا کام بخیر ہوا اس نے تمام عقبات (مشکلات) سے رہائی پائی اور اگر دُنیا کی تمام اندوہ و بلائیں و مشقتیں و ندامتیں یکجا جمع ہو جائیں تو آخرت کی سختیوں کے نزدیک ایک رائی کے برابر ہوں۔

انیسویں مجلس (۱۹)

ماہ مذکور کی آخری تاریخ روز دوشنبہ سنہ مذکور۔ شرف عالمیان کے آستانہ

کی خاکبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نفس کی مذمت کا ذکر ہو رہا تھا، زبان مبارک سے فرمایا کہ جس دن حق سبحانہٗ تعالیٰ نے نفس کو پیدا کیا اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ نفس نے جواب دیا کہ اَنْتَ اَنْتَ وَ اَنَا اَنَا (تو تو ہے اور مَیں مَیں ہوں) اِس جواب کے بعد اس پر بھوک کا عذاب مسلط کر دیا گیا، پھر ارشاد ہوا تو کون ہے؟ اس نے کہا اِلٰہِی اَنْتَ رَبِّیْ قَوِیٌّ وَ اَنَا عَبْدُكَ ضَعِیْفٌ (خداوندا تو میرا رب قوی ہے اور میں تیرا بندۂ ضعیف)۔ دیکھو بھوک ایسی چیز ہے کہ دعویٰ کرنے والوں کو خدا کی بندگی میں جھکا دیتی ہے۔ یہ نفس مکّار کسی چیز سے سر نہیں ہوتا مگر بھوک کے عذاب سے ٹکوا ہو جاتا ہے۔ ہم لوگوں کا یہ نفس فرعون کے نفس کی طرح نعرہ لگاتا ہے، لیکن فرعون کا نفس اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (میں تیرا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کھلم کھلاّ کرتا تھا اور ہم لوگوں کا نفس خفیہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کہتا ہے ؎

ہست در ہر نفس ایں دعویٰ ولیک   خویش را فرعون ظاہر کرد نیک

(انا کا دعویٰ ہر نفس کے اندر موجود ہے، بس فرق اتنا ہے کہ فرعون نے یہ دعویٰ کھلے بندِ کیا)۔ اس کا سبب یہ تھا کہ فرعون کو کسی کا خوف نہیں تھا،

اُس دَور میں اُس سے بڑا کوئی نہیں تھا کہ اس کو مار ڈالتا' اِس لیے اُس نے جو بھی کہا پُکار کر کہا اور ہم لوگوں کا نفس پٹنے کے ڈر سے آشکارا نہیں کہتا ہے

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است　　　مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

کاشکے ہرگز نزادے مادرم　　　تا نہ کردے کشتہ نفسِ کافرم

(یہ کافر نفس جو میری طبیعت میں داخل ہے' ایسے کافر سے اِس جہان میں کم مسلمانوں کو سابقہ ہوا ہوگا' کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا کہ اس کافر نفس کے ہاتھوں مارا جاتا)۔ اور قرآن مجید فرماتا ہے اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰاہُ (کیا آپ نے ان کا حال نہیں دیکھا کہ جن لوگوں نے نفس کو اپنا خدا بنایا) شیطان جو معلم الملکوت تھا اِس درجہ عبادت کرتا آخر نفس کا بندہ ہو گیا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ دی نفس کی اطاعت میں لگ گیا۔ نہیں دیکھا کہ جب حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کر کہہ اُٹھا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں ان سے بہتر ہوں) نفسانیت غالب ہوئی اللہ تعالےٰ کے فرمان سے سرکشی کی اور سجدہ نہ کیا کافر ہو گیا' جیسا کہ قران مجید نے خبر دی ہے' کہا اللہ تعالیٰ نے اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ

(ارشاد رب ہوا ابلیس نے انکار کیا گھمنڈ میں آگیا تو کافروں میں شامل ہوگیا)

نفس کی ایک فرماں برداری میں ہزاروں سال کی طاعت وعبادت اور اس کی بزرگی سب مٹی میں ملادی گئی اور ابدالاباد تک کے لئے ملعون راندۂ درگاہ کردیا گیا۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنے   طوق لعنت میکند در گردنے

(سو ہزار سال تک طاعت کا مصلا بچھائے رہا، ہوا کیا لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا گیا)۔ اور یہ داغ اس طور کا اس کی پیشانی میں لگا دیا [اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (بیشک اب تو تجھ پر میری جانب سے لعنت ہوگی قیامت تک)۔ اتنے سارے بزرگوں نے جو اپنے کو مجاہدہ وریاضت کی آگ میں جلایا ہے اسی لئے تاکہ نفس مکارہ امارہ کو قبضہ میں کریں اور اس کو بیزار کردیں، اور یہ کملی وخرقہ جو انھوں نے اختیار کیا ہے سب اسی لئے۔ جیسا کہ ایک دل جلے نے کہا ہے۔

گر نفسے نفس تو مقہور شود   بد نفسی نفس زیں دور شود

در نفسے نفس بہ تنور نہی   نفس ہمہ سوزد و تن نور شود

(اگر کسی وقت تیرا نفس مقہور ہو تو نفس کی برائی تیرے نفس سے دور ہو جائے گی

اور اس وقت نفس کو دم بھر کے لئے تنور پر رکھ دے تو نفس پورے کا پورا جل جائے اور جسم نور ہی نور ہو جائے)۔

پیغمبران علیہم السلام نے جو فقر و فاقہ اختیار فرمایا وہ بھی اسی نفس کے سبب سے تھا، باوجود معصوم ہونے کے ایک لمحہ بھی نفس سے بے خوف نہ تھے، اگر یہ لوگ خدائے تعالیٰ سے ملک و نعمت چاہتے ضرور پاتے لیکن نہیں چاہا، ملک و نعمت میں نجات نہیں دیکھی، اور اس میں نفس کا دخل پاتے تھے بلکہ اس میں بجائے نجات ہلاکت غالب نظر آتی تھی۔ فقر و فاقہ میں نجات ہے اور عقبات سے رستگاری ہے اسی لئے اسے اختیار فرمایا ہ

نفس پرستی نہ با در خور است ما دِگرو مذہب ما دیگر است

(نفس پرستی میرے لائق نہیں، میں اور میرا مذہب کچھ اور ہے۔)

روایت ہے کہ یہ اختیاری فقر و فاقہ پیغمبر علیہ السلام کا یہاں تک تھا کہ دو تین دن گذر جاتے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ (خانہ مبارک) سے دھواں نظر نہیں آتا، اور کتنی راتیں ایسی گذر جاتیں کہ چراغ نہیں جلتا ہ

ہر بلا کیں قوم را حق داده است　　زیر آں گنج کرم بنهاده است

(یعنی جو بھی بلا اللہ کی جانب سے مردانِ حق کو پہونچتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں نوازشات کا ایک عظیم خزانہ پوشیدہ رکھ دیا ہے)۔

سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نقل نفس بے فرمان کی شکایت کے بارے میں منقول ہے۔ فرمایا کہ کل قیامت میں حضرت رب العزت سے درخواست کروں گا کہ خداوندا حکم دے کہ دوزخ میں جاؤں اور اس نفس کافر کو کہ دنیا میں اس نے خون جگر پلوایا ہے جلاؤں اور آج اسے اپنے قہر سے مار ڈالوں۔ اس کے بعد بندگی مخدوم شرفہ اللہ فرمائے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود عصمت کا تاج رکھنے کے کہا کہ اپنے نفس کو آزماؤں کہ ماسوا اللہ سے راضی ہے یا نہیں، نفس کی آرزوؤں کو دیکھا، نفس کو مراد کے ساتھ پایا (یعنی نفس کو اپنے تابع پایا) آپ کی خاطر مبارک میں یہ بات گذری کہ نفس کی مراد دنیا میں کمال بادشاہی سے بالاتر نہیں ہے (اس لئے انتہا کی بادشاہی میں اس کو آزمانا چاہئے) کہا کہ ربِّ ھَبْ لِیْ

مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ط

(میرے رب مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے بعد کسی کو نہ ملے، بیشک تو دینے والا ہے)۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ اگر نفس کو آزمانے کے لئے ملک چاہا تو لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ (میرے بعد کسی ایک کو نہ ملے) کا کیا مطلب ہوگا؟ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا اس کی بہت سی وجہیں لکھی ہیں اس جماعت کی لوگ کہتے ہیں کہ لاحد من بعدی نہیں کہتے صرف ملک وسلطنت چاہتے تو بکمال ملک نہ ہوتا ایسی سلطنت جو کسی غیر کو بھی ملتی تو یہ ایک طرح کی شرکت ہوتی اور شرکت ملک میں ملک کا نقص ہوتا کمال باقی نہ رہتا، کمال نفس کے آزمانے کو تھا۔ بعضے مفسرین کہتے ہیں کہ ملک (سلطنت) چاہنا اس سبب سے تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غزوہ (جنگ) کے بہت دلدادہ تھے۔ اور جنگ بغیر سلطنت کے حاصل نہیں ہوتی، ملک چاہا تاکہ جنگ کریں حق تعالیٰ کی طرف سے ایسا ملک یعنی ایسی سلطنت پائی کہ مشرق سے مغرب تک ان کے سوا کوئی بادشاہ نہ تھا سلیمان علیہ السلام کی ہزار بیویاں تھیں۔ سات سو دو بیاہی (یعنی جن کی آپ سے دوسری شادی

تھی) تھیں، اور تین سو کنواری تھیں۔ اتنی کثرت سے بیویاں اس سبب سے تھیں کہ حق تعالیٰ سے آپ نے خواہش کی تھی کہ بہت کافی لڑکے ہمارے ہوں تاکہ جنگ کریں اور میرے اس کام میں معین ومددگار ہوں۔ اور سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں ہوتا۔ اور اس کو ہوا لے جاتی اور کوسوں زمین پر آدمیوں کا لشکر پھیلا رہتا۔ پری واجنا اور طیور و پرندگان اپنے اپنے پَروں کو ایسا ملا لیتے کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر (فوج) پر سایہ کر لیتے۔ آفتاب کی شعاع نہیں پہونچتی، اور یہ فوج جہاں پہونچتی شیاطین مال و دیگ اور دوسرے تمام اسباب چشم زدن میں پہونچا دیتے اور سامان درست کر دیتے۔ دریا وسمندر میں جاتے، موتی و جواہر لا کر ڈھیر لگا دیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مملکت میں یا دُمبنی تھا دُمبنی کہتے ہیں مُخبر کو) جس کسی سے کوئی بات سنتا وہ بات سلیمان علیہ السلام کے گوش مبارک تک پہونچا دیتا (ہر بات گوش مبارک تک پہونچا دینی اس کا کام تھا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ط (ہم نے ہوا کو مطیع کر دیا جو چلتی تھی اُن کے حکم سے

جہاں وہ چاہتے تھے) اور احیاء العلوم میں جہاں پر عاشقوں کا ذِکر آیا ہے یہ حکایت لکھتے ہیں کہ ایک دِن فاختہ اپنے جوڑے سے ملاعبتہ (کھیل) کر رہی تھی اس کی مادہ قدر نہیں کرتی تھی یا قرار نہیں پکڑ رہی تھی۔ نر نے کہا کیا کہتی ہے تیرے سبب سے ملک کو تہس نہس کر دوں۔ بادشاہی وہی مخبر سن رہا تھا۔ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السّلام کے گوش مبارک تک پہونچادی صبح کو وہ فاختہ طلب ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے پوچھا کہ کل اپنے جوڑے کے ساتھ کھیل میں تو نے کچھ بات کی تھی اور میرے ملک کو زیر و زبر کر رہی تھی۔ کیا یہ بات تو نے کہی تھی؟ فاختہ بولی جی ہاں ہم نے ایسا کہا ہے۔ جناب سلیمان علیہ السّلام نے کہا بتا کیونکر تو زیر زبر کرے گی؟ فاختہ نے جواب دیا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کَلَامُ الْعُشَّاقِ یُسْمَعُ وَلَیُسْتَلَذُّ (یا نبی اللہ عشاق کا کلام سُنا جاتا ہے اور لذّت لی جاتی ہے) جب سلیمان علیہ السلام نے فاختہ سے یہ بات سنی تو نہایت خوش ہوئے اور اُس کو اُڑا دیا۔ دوسری حکایت یوں ہے کہ ایک دن سلیمان علیہ السلام ایک جگہ جا رہے تھے، چیونٹیوں کے سَردار نے دیکھا کہ سلیمان پیغمبر علیہ السلام

اپنے لشکر کے ساتھ آرہے ہیں تمام چونٹیوں سے کہا سب سوراخوں میں چلی جائیں تاکہ پامال نہ ہو جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہونچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونٹیو اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اُن کے لشکر کچل ڈالیں اور اُن کو اس کی خبر بھی نہ ہو)۔ بادِ صبا سُن رہا تھا یعنی اُس ہوا نے یہ بات سلیمان علیہ السلام کے گوش مبارک تک پہونچا دی۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تخت کو یہیں پر اُتار دو، ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگ جائے اور خود سوراخ کے پاس منتظر بیٹھ گئے۔ یہاں تک چیونٹیوں کا بادشاہ سوراخ کے باہر آیا اور اُس نے سوال کیا یا نبی اللہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو کیا کچھ دیا ہے بتلایا جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس بڑے بادشاہ نے مجھ کو ایسا تخت دیا ہے کہ اس تخت پر چار ہزار کرسیاں رکھی ہیں اور ہر کرسی پر ایک عالم بیٹھا ہوا علم سکھاتا ہے۔ آدمیاں و اجنّا

وحوش، طیور و شیاطین سب کو میرے حکم کے تابع کردیا ہے، اور ہوا کو میرا مسخر بنا دیا ہے۔ چیونٹیوں کے سردار نے کہا کہ کچھ جانتے بھی ہیں کہ ہوا کے مسخر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ سلیمان علیہ السلام متحیر ہوگئے، چیونٹی نے کہا تاکہ آپ جانیں کہ یہ سب باد پر ہیں بجز ہوا کے آپ کے ہاتھ پر نہیں (یعنی یہ سب ہوائی قلعہ ہے آپ کی قدرت میں کچھ نہیں) ؎

ملک دُنیا را کہ بنیاد بر نہند گرچہ بس عالی است بربادے نہند
ملک و مالِ ایں جہاں جز ہیچ نیست جز خرابی در خرابے ہیچ نیست

(ملک دُنیا جس کی ٹھوس بنیاد رکھی جاتی ہے جس قدر بھی وہ اعلیٰ ہو ایک روز اُسے برباد ہونا ہے، اِس عالم کے مال اور ملک بے حقیقت ہیں، پیہم بربادی کے سوا کچھ اور نہیں)۔ بعد اس کے فرمایا کہ ہوا آپ کے تخت کو ایسا لیجاتی کہ ایک ماہ کی راہ ایک دن میں پہونچا دیتی اور راتوں رات لے آتی اور سلیمان علیہ السلام کی عادت وہ تھی کہ جب ایسی زمین پر اُترتے جہاں پانی نہ ہوتا، دیوؤں کو فوراً حکم دیتے اور وہ فوراً کنواں کھود دیتے۔ یہ سب نفس مکارہ کے آزمانے کے لئے تھا۔ کیا یہ نہیں دیکھتے

کہ باوجود ایسی عظیم مملکت اور بادشاہی کی زنبیل (تھیلا) بُننے سے جو اُجرت ملتی اُسی سے افطار فرماتے تھے ؎

گرچہ چندالی سلیماں کار داشت | گر زمیں تا عرش گیر ودار داشت
مسکنت را قدر چوں بشناخت او | قوت از زنبیل بافی ساخت او
چوں چنیں کردی ترا دنیا نکوست | پس برائے دیں تو دنیا دار دوست

(اگرچہ سلیمان علیہ السلام اتنی بڑی سلطنت کے مالک تھے کہ زمین سے آسمان تک اُن کی حکمرانی تھی، فقر کے قدردں کو اُنہوں نے پہچانا تو زنبیل بافی کو اپنی خوراک کا ذریعہ بنالیا۔ جب تو دنیا میں اِس طرح زندگی گذارے تو یہ دنیا تیرے لئے رحمت ہے، دنیا کو دین کے لئے اختیار کر)۔ پھر فرمائے روایت ہے (اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہ کل قیامت کے دن تمام پیغمبران علیہم السلام کے بعد حضرت سلیمان و حضرت یوسف علیہم السّلام بہشت میں داخل ہوں گے اِس سبب سے کہ دنیا میں ملک کے بادشاہ تھے، اگرچہ اس کے ساتھ نہ تھے۔ اس کے بعد گذشتہ آیت دہرائی اور یہ فائدہ بیان فرمایا، وہ یہ کہ جناب سلیمان علیہ السلام نے کہا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ (کہ میرے بعد کسی کو ایسی سلطنت نہ طے) مفسروں نے

اس کی تاویل کی ہے۔ یعنی سوائے انبیاء کے نہ کسی کو ایسی بادشاہی ملی ہے اور نہ ایسی درخواست کسی نے کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اتنے عجایب وغرایب کسی کی بادشاہی اور تخت کو میسر ہوں باوجود اس کے کوئی دخل نفس وشیطان کا اس پر نہ ہو بجز نبوت وعصمت کی قوت کے ناممکن ہے۔ انبیا کے علاوہ اوروں کا حال اس کے برعکس ہے اِس لئے کہ وہ لوگ معصوم نہیں ہیں اور نفس وشیطان سے مامون بھی نہیں۔ اگر ایسی بادشاہی ان کو مِل جائے تو بہت جلد ہلاکت میں پڑجائیں لہٰذا خلق کی نجات کے لئے سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ لَا یَنۡبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡ بَعۡدِیۡ۔ پھر فرمایا کہ اگلی کتابوں میں مسطور ہے کہ یوسف پیغمبر علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی آل میں تھے اور دوسرے پیغمبران بھی ابراہیم علیہ السلام کی آل میں سے تھے۔ ان لوگوں کو قبہ میں گور کے اندر رکھا اور یوسف علیہ السلام کو قبہ سے باہر اسی معنی کر کہ جو اوپر گذرا اَمَلِکَانِ مَلِکٌ (دو بادشاہی رکھنے والا ایک بادشاہ) اگرچہ پیغمبر تھے، لیکن ملک وسلطنت رکھتے تھے اور مصر کے بادشاہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَکَذٰلِکَ

مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ
نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

(اور ایسے ہی ہم نے تسلط عطا کی زمین میں یوسف کو تاکہ مصرف لیں اس سے جیسے چاہیں، اور حصہ دیتے ہیں ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں اور محسنین کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے ہیں)۔ بعد اس کے فرمائے کہ نفس ایسی بری چیز ہے کہ خدائے تعالیٰ کی برابری کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ میری توحید اور میری ثناء کرو اور میرے سوا کسی غیر کی پرستش نہ کرو اور میرے احکام کو بجالاؤ۔ اور اسی طرح نفس مکارہ حکم دیتا ہے کہ میری مدح و ثنا کرو اور میرے حکم کے خلاف نہ کرو اور میرے سوا کسی غیر کے آگے سر نہ جھکاؤ۔ ہر آدمی کا نفس بس اسی طرح کا ہوتا ہے۔ ہر آدمی ہمیشہ دوسروں سے اپنے کو بہتر اور بزرگ جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہم سے بڑا دنیا میں کوئی نہیں۔ جاننا چاہیئے کہ نفس کی یہ بلا زیادہ تر شکم پری اور فراغت کے سبب سے ہے اور یہ نفس دنیاوی نعمتوں کی بہتات و شکم سیری کے سبب سے خداوند تعالیٰ کی برابری کا دعوی کرتا ہے، جیسا کہ کہتے ہیں کہ اگر

فرعون بھوکا ہوتا تو ہرگز دعویٔ خدائی نہ کرتا اور بزرگان دین جو اِس نفس مکارہ کی آرزو پوری نہیں ہونے دیتے اس کا خاص مطلب یہی ہے ؎

دوست را زاں گرسنہ دارد مُدام — تا زجانِ خویش سیر آید تمام
اے عجب با ایں چنیں نفسِ درون — می کند ہم در خدائی سر بروں
آنچہ با من ایں سگِ شوم آں کند — کافرم گر کافرِ رُوم آں کند

(اپنے دوستوں کو وہ اِس لئے بھوکا رکھتا ہے تا کہ نفسانی زندگی سے وہ بالکل سیر ہو جائیں، کتنے تعجب کی بات ہے کہ اس کے باوجود یہ نفس کافر جو چھپا ہوا ہے دعویٰ خدائی میں سر بلند کرتا ہے۔ یہ منحوس کُتا وہ سب کچھ میرے ساتھ کرتا ہے، میں کافر ہوں اگر کافرِ رُوم وہ کرے (یعنی رومی کافر بھی وہ نہیں کرتا ہے جو یہ نفس کافر کرتا ہے)۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس بات سے آگاہ ہو کر اُس کا نفس قابو میں آیا یا نہیں، وہ اپنے آپ کو دیکھے، اگر تکبر ذرا بھی باقی ہے تو سمجھ لے کہ ابھی تک نفس باقی ہے، اور اگر اپنے کو معمولی کتّے سے بہتر جانے تو بھی تکبر باقی ہے اور جتنا تکبّر باقی ہے نفس باقی ہے، اور جتنا نفس باقی ہے

فساد باقی ہے اور جتنا شر و فساد باقی ہے صفت اسلام سے اتنی ہی دوری باقی ہے، مسلمانی میں غرور و پندار کہاں، جیسا کہ کہا ہے ؎

خواجہ پندارد کہ مرد حاصلم ۔۔۔ حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

(خواجہ سمجھتا ہے کہ میں منتخب لوگوں میں ہوں یعنی بڑی زبردست پونجی رکھنے والا ہوں، لیکن خواجہ کی ساری زندگی کا حاصل بجز پندار و غرور کچھ نہیں)۔ اور اگر اپنے کو مسکین کتے سے بدتر جانتے ہیں تو البتہ یہ بات مانی جائے گی کہ اپنا نفس اپنے قبضہ میں آگیا ؎

چوں نماند ایں حجاب اندر میاں ۔۔۔ بر شوم الحق چو ماہِ آسماں

چوں بروں آئی ز جسم و جاں تمام ۔۔۔ تو نمانی حق بماند والسلام

(غیر اللہ کا حجاب جب درمیان سے اُٹھ جائے تو حق بات یہ ہے کہ میں آسمانِ معرفت کا ماہتاب بن جاؤں، جسم و جان کے اعتبارات سے جب تو باہر آئے تو پھر تو باقی نہ رہے گا جو کچھ رہے گا وہ حق ہوگا (اللہ تجھے اس فکر کی سلامتی بخشے)

بیسویں مجلس (۲۰) } پندرہویں رمضان مبارک روز پنجشنبہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کی سعادت

نصیب ہوئی۔ مولینا موید مذکر (واعظ) نے عرض کی کہ جو مومن کہ

ماہ مبارک میں مرتا ہے اس پر عذاب نہیں ہوتا' ایسی حدیث شریف تو آئی ہے' لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ تاقیام قیامت جب تک رمضان مبارک ہے' ہمیشہ کے لئے یہ حکم ہے یا نہیں؟ بندگی مخدوم قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ روضۃ العلما میں آیا ہے کہ جو مومن کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں مرتا ہے اس کی رُوح کو بلا جسد (جسم) کے بہشت میں داخل کرتے ہیں۔ مولانا مذکور نے عرض کی کہ مطیع اور عاصی میں فرق کیا ہے یا نہیں؟ فرمائے کہ ایسا ہی ہے' لیکن مطیعان (فرماں برداروں) کے حق میں وعدہ مطلق ہے (یعنی ایسا ضرور ہوگا) لیکن گنہگاروں کے حق میں وعدہ مطلق نہیں ہے مشیت سے متعلق ہے (یعنی اگر وہ چاہے تو داخل بہشت فرمائے یا نہ چاہے تو نہ فرمائے) پھر مولانا مذکور نے یہ عرض کی کہ آج آدمیوں میں سے بہشت میں کتنے لوگ ہیں؟ فرمایا کہ مردوں میں حضرت ادریس پیغمبر اور حبیب نجار ہیں' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' لیکن عورت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مریم علیہا السّلام اور بعض کا قول ہے کہ حضرت آسیہ فرعون کی اہلیہ ہیں' اور

اوران کا قصہ یہ ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے ہوئے تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی گرویدہ تھیں، اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو ان کی پرورش میں لایا گیا تو آسیہ نے کہا عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (عنقریب ہم کو یہ نفع دے گا یا اس کو ہم بیٹا بنالیں گے)۔ بعض لوگ اس منفعت کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جو موسیٰ علیہ السلام سے اُن کو منفعت پہونچی یعنی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں۔ اور موسےٰ علیہ السّلام کو گود کے زمانہ ہی پیغمبر زمانہ بنایا گیا تھا جیسا کہ کہا ہے سہ

طفل را در مہد پیغمبر کند وز ہمہ پیرانش بالغ تر کند

(گود کے لڑکے کو پیغمبری دیتا ہے اور تمام بالغ نگاہ رکھنے والوں سے بالغ تر بناتا ہے) جب موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ظاہر ہوئی تو آسیہ نے کہا کہ اے فرعون خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اسلام لا۔ فرعون غضبناک ہوگیا اور آسیہ پر ظلم کا پہاڑ توڑ دیا، اس ملعون کی خاصیت یہ ہوگئی تھی کہ جس پر عذاب سخت کرتا

حکم دیتا کہ چار میخ لاکر ہاتھ اور پاؤں میں اس کے ٹھوک دیں جب آسیہ سے یہ بات اُس نے سُنی ایسا ہی کیا۔ اُن سے کہا کہ باز آئیں اور میرے دین میں داخل ہوتی ہیں۔ آسیہ نے کہا میں نہیں باز آتی۔ کہتے ہیں کہ دہکتی ہوئی آگ ان کے سینہ مبارک پر رکھوا دیا اور چار میخ، ہتھیلی اور تلووں میں ٹھکوا دی، اِس پر بھی وہ باز نہ آئیں تو پتھر پر پتھر اِتنے اُن پر رکھوا دئے کہ حضرت آسیہ نے راہ خدا میں جان دیدی رمزیہ ہے جیسا کہ کہا ہے ؎

جانفروشانِ بارگاہ عدم　　خرقہ پوشانِ خانقاہِ قدم
خوردہ یک بادہ بر رُخِ ساقی　　ہرچہ باقی ست کردہ در باقی

(فنائیت کے دربار میں جان سپرد کرنے والے مقامِ قِدَم کا خرقہ پہننے والے نے ایک مرتبہ جام عشق ساقی کی نظروں کے سامنے پیا، ساقی کے علاوہ جو کچھ ہے ان سب کو چھوڑ دیا)۔ پھر مولانا مذکور نے عرض کی جس طرح آسیہ نے کہا کیا اسی طرح یوسف صدیق علیہ السلام کے حق میں زلیخا کے شوہر نے بھی عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا کہا ہے؟ آسیہ کی منفعت تو ظاہر ہوئی لیکن زلیخا کے شوہر کو کیا منفعت پہونچی؟

فرمایا کہ بے نفع تو ہو ہی نہیں سکتا، لیکن کتابوں میں کہیں نظر نہیں آیا ہے۔ مولینا مذکور نے عرض کی کہ یہ منفعت ہو سکتی ہے کہ زلیخا یوسف علیہ السلام سے عشق کرتی اور یوسف علیہ السلام اُن کو دُور کرتے کہ اے زلیخا شرم نہیں آتی کہ تمہارے شوہر نے تم کو وصیت کی ہے کہ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا۔ فرمایا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن زلیخا کا قصّہ وہ ہے کہ جس زمانہ تک بیگانہ تھیں، ان کی چاہت نفسانی تھی اور جب آشنا ہو گئیں اور دوست کے ہاتھ پر لے آئیں ان کی دوستی روحانی ہو گئی۔ یعنی خواہشِ نفسانی ختم ہو گئی اور یوسف کی جانی دوست بن گئیں اور بہ برکت اس کے کہ اپنی عصمت شعاری برقرار رکھی اور زلیخا کی نافرمانی کی تو مصر کی حکومت کا فرمان مِل گیا اور زلیخا نے اپنی بدقسمتی سے یوسف معصوم کو گنہگار بنایا ان پر تہمت رکھی ان کی نعمت میں زوال آیا اور حکمرانی چھن گئی اور گلیوں میں ڈال دی گئیں۔ پھر مولینا مذکور نے عرض کی کہ قیامت میں تمام لوگوں کو جوانی اور سب کو عمر جاودانی حاصل ہو گی، تو زلیخا کو بھی ہو گی یا نہیں؟ فرمایا کہ یہ محقق ہے

کہ کل قیامت میں ہر ایک مومن اور مومنہ کو دو جمال (ذو حسن) ہوگا۔
ایک جزائی اور دوسرا عطائی۔ اور زلیخا مومنہ ہیں لہٰذا ان کو جمال
ہوگا۔ اور ایک جگہ دیکھا ہے کہ قیامت میں سوائے زلیخا کے تمام عورتیں
جوان ہوجائیں گی، کیونکہ دنیا ہی میں انہوں نے جوانی مانگ لی ہے۔
مگر حور کو ایک جمال ہوگا اور وہ عطائی ہے۔ بعد اس کے فرمایا کہ
اللہ کو جمال پسند ہے جیسا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ہے
اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ (اللہ حسین ہے اور حسن کو پسند فرماتا ہے)
روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام بے انتہا حسین تھے، یہاں تک کہ
جب مصر میں قحط پڑا اور لوگ بھوک سے پریشان ہونے لگے اور حضرت
یوسف علیہ السلام کے خزانہ میں کمی آگئی اِس واقعہ کو لوگوں نے یوسف
علیہ السلام تک پہونچایا تو فرمایا کہ منادی کردی جائے کہ ہر بعد خلق
جمع ہوکر بیرون شہر حاضر آئیں، میرا جمال دیکھ لیں اور سیر ہوکر واپس
جائیں۔ تمام لوگ ایسا ہی کرتے۔ حضرت یوسف نقاب رُخ سے
اُٹھا دیتے اور سیر ہونے کا موقع عنایت فرماتے، جو شخص اُن کے
جمال پر نگاہ ڈالتا وہ دن بھر سیر رہتا (اس کو بھوک پیاس معلوم

نہ ہوتی) سے

بفراغ دل زمانے نظرے بخوبروئے	بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ عمر ہاے وہوے

(دل کے سکون کے ساتھ ایک حسین کے چہرے پر کچھ دیر کے لئے ایک نگاہ تاج شاہی سے بہتر ہے زندگی بھر کے ہاؤ ہو کے لئے کافی ہے)۔ پھر مولانا مذکور نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا یوسف علیہ السلام؟ تو پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھائی یوسف جمیل ہیں اور میں ملیح ہوں۔ بعد اس کے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کا جمال انتہا کو پہونچا ہوا تھا۔ بنی اسرائیل نے چاہا کہ آپ کے تابوت کو قبیس لے جائیں بہ سبب اس کے کہ کفار بنی اسرائیل پر حملے کیا کرتے تھے وہ تابوت کو نہیں چھوڑتے۔ اسی لئے بنی اسرائیل نے قبیس کا ارادہ کیا اور کہا کہ یوسف علیہ السلام کو یہاں کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، لیکن دن کو نہیں لے جاسکتے اندھیری رات میں تابوت کو اٹھا کر آپ کے جمال کی روشنی میں راتوں رات لے چلے یہاں تک کہ قبیس پہونچ گئے، وہاں یوسف علیہ السلام کے آبا و اجداد کی قبریں ہیں چونکہ دنیا میں بادشاہی رکھتے تھے اسی لئے قبہ میں دفن نہ ہوئے۔

اکیسویں مجلس (۲۱) } اکیسویں ماہ محرم روز جمعہ آستانۂ عالیہ کی خاکبوسی کی سعادت

نصیب ہوئی۔ دوزخ کا بیان اور گرم ہوا کا ذکر ہو رہا تھا۔ بندگی مخدوم شرف اللہ نے فرمایا کہ یہ گرمی دوزخ کے دو پھونک یا دو سانس کی ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ خود وہ دوزخ کس درجہ گرم ہوگا۔ بعض کتابوں میں مسطور ہے کہ آتش دوزخ پروردگار کے حضور میں روئی اور کہا اِشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّھَا فَقَالَتْ یَارَبِّ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَھَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٌ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِی الصَّیْفِ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَهٗ وَفِی الصَّیْفِ مِنْ حَرِّھَا وَاَشَدُّ فِی الشِّتَاءِ مِنْ زَمْھَرِیْرِھَا (دوزخ نے شکایت کی پروردگار سے کہا اے میرے پروردگار ہمارے بعض نے بعض کو کھالیا، پس تیار کی اس کے لئے دو سانس، ایک سانس گرمی میں اور ایک سانس جاڑے میں، سو وہ شدت جو ہم پاتے ہیں اُس کو گرمی کے زمانہ میں اس کی حرارت سے، اور جو سختی ہم اُٹھاتے ہیں جاڑے کے موسم میں اُس کی ٹھنڈک سے)۔ سال بھر میں دوزخ دو سانس لیتا

ہے۔ اس کی ایک سانس سے موسم گرما ہے اور دوسری سانس سے موسم سرما، اگرچہ ہوا تین ہے، لیکن برسات عارضی ہے۔ جب پانی برستا ہے تو برسات کہتے ہیں اور جب نہیں برستا ہے تو عفونت ہوتی ہے یعنی کمھ جسے گرمی کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بیچارہ آدمی دوزخ کے ایک سانس کے اثر کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے کُل دوزخ کی تاب کہاں سے لائے گا عقبات دوزخ بہت سخت ہیں اور یہ طاعت وعبادت کی پونجی آدمی جو رکھتا ہے عقبات دوزخ سے ہرگز نہیں بچا سکتی، مگر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے فضل سے اور خدائے تعالیٰ کا فضل بے اندازہ وبے حساب ہے ؎

گر فضل کنی یقیں برستیم ہمہ ‌ وگر عذاب کنی والے بہ رسوائی ما

(تیرا فضل اگر کارفرما ہو تو میری رہائی یقینی ہے اور اگر تو عذاب کرے تو شرمناک ہے ہماری رسوائی)۔ دوزخ کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ جَهَنَّمَ سَبْعُوْنَ اَلْفَ وَادٍ فِیْ كُلِّ وَادٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ شُعَبٍ فِیْ كُلِّ شُعَبٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ ثُعْبَانٍ وَسَبْعُوْنَ اَلْفَ عَقْرَبٍ لَا يَنْتَهِی الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ حَتّٰی يُوَاقِعُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ

معنی یہ ہوئے کہ پیغمبر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ دوزخ میں ستّر ہزار وادی ہے اور ہر ایک وادی میں ستّر ہزار درے اور ہر درہ میں ستّر ہزار سانپ اور ستّر ہزار بچھو ہیں۔ کافر اور منافق کو چارہ کار نہیں ہے جب تک کہ ان سب سے نہ گذرلے۔ اور بالکل معمولی عذاب دوزخ کا یہ ہے کہ دو آتشیں نعلین پاؤں میں پہنائی جائے گی کہ اُس کی گرمی سے مغز دماغ کھولنے لگے گا جیسا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدْنیٰ اَهْلَ النَّارِ عَذَابًا یَتَنَعَّلُ مِنَ النَّارِ یُغْلِیْ دِمَاغَهٗ مِنْ حَرِّ نَعْلَیْهِ بس دیکھ لو جس پر کہ تخفیف عذاب ہے اس کا تو وہ حال ہے جو بیان ہوا اسی سے اس کو قیاس کرو کہ جو شدّت عذاب میں ہے اس کا کیا حال ہوگا اور اگر دوزخ کے عذاب کی سختی میں کچھ شک و شبہہ ہو تو اپنی انگلی کو دنیا کی آگ کے قریب لے جاؤ اور اسی سے آخرت کی آگ کو سمجھ لو۔ دنیا کی آگ آخرت کی آگ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی، اِس لئے کہ دنیا کی آگ کو آب رحمت سے ستّر مرتبہ دھویا گیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اٰنَّ

نَارَ الدُّنْيَا غُسِلَ سَبْعِينَ مَاءً مِنْ مَّاءِ الرَّحْمَةِ حَتّٰے اَطَاقَهَا اَهْلُ الدُّنْيَا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا کل قیامت میں بہت سارے تندرست اور خوبصورت فصیح البیان لوگ آگ کی گرمی سے نالہ کریں گے۔ اور داؤد علیہ السلام کی نقل ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ الٰہی تیرے آفتاب کی حدت تو مجھے برداشت نہیں ہوتی آتش دوزخ کی گرمی کیونکر برداشت کرسکوں گا، تیری رحمت کی پکار کی جب طاقت نہیں رکھتا ہوں تو تیرے عذاب کی آواز کو کیونکر برداشت کروں گا۔ یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کو بہت خوفناک بنایا ہے، میری اور تمہاری غفلت پر تعجب ہے، نہیں معلوم ہم لوگوں کے حق میں کیا مقرر ہے ؎

منم از ہمیں تفکر بتامل و تدبر
شب و روز در تحیر کہ شود چگونہ عالم

(میں میری یہ فکرمندی انتہائی گہرائی اور تدبر کے ساتھ دن و رات کی حیر تمندی یہ سب جو مجھ پر طاری رہتی ہے اے آہ آخر میرا کیا حال ہوگا؟) اگر چاہتے ہو کہ ان عذابوں سے بچ جاؤ اور ہمیشہ کا چھٹکارا پاؤ تو نیک اعمال،

نیک افعال، نیک احوال اختیار کرنے کی کوشش کرو تاکہ تمہارے
لیے خیر و صلاح کا باعث ہو۔ اور عبادات و نیکو کاری کی کثرت
سے ایسے ہو جاؤ کہ گویا ابراروں میں سے ایک ابرار ہو اس لئے
کہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (بیشک
نیک لوگ جنت میں ہیں اور فاسق جہنم میں) نیکوکاروں کے اعمال
کو وہ ضائع نہیں کرتا جیسا کہ اپنے کلام مجید میں خود فرماتا ہے
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (اللہ محسنین کے اجر کو ضایع
نہیں فرماتا) اور حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
کہ جو مومن کہ گناہوں کا بوجھ لے کر خداوند تعالیٰ کے پاس جاتا ہے
تو تین کاموں میں سے کوئی ایک کام اس کے ساتھ وہ کرتا ہے۔
یا اپنی رحمت سے اُسے بخش دے، یا پیغمبروں کی شفاعت سے
اُسے معاف کر دے، یا بمقدار گناہ عذاب کر کے آزاد کر دے۔

گر گنہگارے درِ توبہ است باز | توبہ کُن چوں در نخواہد شد فراز
گر بدیں درگہ بصدق آئی دمے | صدق ہا تو چیست پیش آید دمے

(تو گنہگار ہے تو کیا ہوا توبہ کا دروازہ کھلا ہے، توبہ کرلے اِس سے قبل کہ دروازہ

بند ہو، قلب سلیم کے ساتھ اس در پر اگر تو آئے تو صحیح حقیقت تیری کیا تیرے سامنے آجائے گی)۔ حاصل الامر اہل سنت والجماعت کے نزدیک بجز کفر کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں اگر وہ چاہے تو ان سب کو بخش دے) رمز یہ ہے ؎

باز آخیمہ کہ در بکشادہ ایم
تو عزامت دِہ کہ ما اِستادہ ایم
عشق بازی بیں چہ حکمت می کند
می کند ایں کارِ رحمت می کند
گر ہمہ کس جز نمازی نیستی
حکمتش را عشق بازی نیستی
کار حکمت جز چنیں نبود تمام
لاجرم جودش چنیں آید مدام

(واپس پلٹ آ خر ہیں تو دروازہ کھولے ہوئے ہوں، تو ہمت کرکے

آگے بڑھ میں تیرے لئے کھڑا ہوں' عشق سے کام لے دیکھ عشق کا کیا کرشمہ ہوتا ہے، کسی چیز کی پرواہ نہ کر، یہ سب کچھ رحمت سے ہوتا ہے۔ تمام کے تمام لوگ اگر نمازی ہوتے جب بھی سب کے سب عشق بازی کی حکمت سے واقف نہ ہوتے۔ حکمت کی منزل رحمت ہی سے مکمل ہوتی ہے۔ ہمیشہ اس کے جود وکرم ہی کی ضرورت ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کی معافی کی نفی فرمادی ہے اور جتنی چیزیں شرک کے علاوہ ہیں اُن سب کی مغفرت مشیت سے متعلق ہے، جس طرح صغیرہ دون شرک ہے اُسی طرح گناہ کبیرہ بھی دون شرک ہے۔ مغفرت میں مشیت صغیرہ اور کبیرہ سب کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ مشیت کے تعلق کا فائدہ ظاہر ہوا۔ اُمیدوار رہنا چاہیئے کہ اس بارگاہ میں ناامیدی کا گذر نہیں، گرچہ مفلس ہو اور کوئی سرمایہ نہیں رکھتے، مگر مشرک تو نہیں ہو، اُس نے فرمادیا ہے اور نا اُمید نہیں کیا ہے' ایک عزیز نے اِسی کو نظم کیا ہے ؎

گر بدیں درگہہ نداری ہیچ تو
ہیچ نیست افگندہ کمتر ہیچ تو

گر ہمہ زہد مسلم می خرند
ہیچ بر در گاہ او ہم می خرند

(اس دربار رحمت کے لئے اگر تیرے پاس کوئی سامان نہیں اور حال یہ ہے کہ تجھ سے زیادہ گرا پڑا کوئی نہیں تو پرواہ نہ کر، اگر اس کی جناب میں زہد و تقویٰ کی کوئی قیمت ہے تو کمترین بندوں کی کمتری بھی خریدی جاتی ہے)۔

(ترجمہ تمام ہوا بمنہ و کمال کرمہ)

مطبوعات مکتبۂ شرف

۱	ترجمہ مکتوبات صدی (مکمل)	از حضرت مخدوم جہاں شیخ	مترجم شاہ نجم الدین احمدؒ و شاہ الیاسؒ یاس بہاری
۲	ترجمہ مکتوبات دوصدی (مکمل)	شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ
۳	ترجمہ معدن المعانی (مکمل)	〃 〃 〃	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ
۴	ترجمہ شرح آداب المریدین	〃 〃 〃	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ
۵	ترجمہ مونس المریدین	〃 〃 〃	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ
۶	ترجمہ فوائد المریدین	〃 〃 〃	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ
۷	ترجمہ عقیدۂ شرفی (اردو)	〃 〃 〃	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ
۸	عقیدۂ شرفی (ہندی)	〃 〃 〃	مترجم شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی
۹	ترجمہ مکتوبات بست وہشت	〃 〃 〃	مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہ
۱۰	ترجمہ خوان پُر نعمت	〃 〃 〃	مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہ
۱۱	ترجمہ فوائد رکنی	〃 〃 〃	مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہ
۱۲	ترجمہ ارشاد السالکین و ارشاد الطالبین	〃 〃 〃	مترجم ڈاکٹر شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہ
۱۳	اوراد شرفی (اردو)	〃 〃 〃	مترجم حافظ شاہ محمد شفیع فردوسیؒ
۱۴	اوراد شرفی (ہندی)	〃 〃 〃	مترجم سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی
۱۵	ترجمہ مکتوبات حسین	از حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخیؒ	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ و شاہ محمد علی ارشد شرفی
۱۶	ترجمہ اوراد دہ فصلی	〃 〃 〃	مترجم شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسیؒ
۱۷	ترجمہ مناقب الاصفیاء	حضرت مخدوم عالم پنا میاں شیخ شعیبؒ	مترجم ڈاکٹر سید شاہ محمد علی ارشد شرفی مدظلہ
۱۸	مخدوم جہاں جیون اور سندیش (ہندی)		ڈاکٹر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی مدظلہ
۱۹	گنجینۂ فردوس		سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی
۲۰	شرف اردو حصہ اول تا پنجم		سید شاہ محمد عابد علی شرفی الفردوسی